۷۸۶
مدینہ
۹۲

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ



سنی

تقویۃ الایمان
قادری



علامہ مفتی محمد رضا المصطفیٰ ظریف القادری



مکتبہ قادریہ
نزد میلاد مصطفےٰ چوک سرکلر روڈ گوجرانوالہ
فون : 237699

اظہارِ شفقت

از شیخ الحدیث مولانا مفتی **محمد عبدالقیوم** ہزاروی مدظلہٗ
ناظمِ اعلیٰ تنظیم المدارس عربیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم مولانا محمد رضاء المصطفےٰ ظریف القادری زید مجدہ، اہل سنت وجماعت کے نوجوان فاضل ہیں آپ درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف اور اشاعت وتبلیغ میں بھی سرگرم عمل ہیں اور مخالفینِ اہلسنت کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھتے ہوئے ہر محاذ پر ان کا تعاقب فرماتے ہیں اس سلسلہ میں انھوں نے متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "سُنّی تقویۃ الایمان" کو جس انداز سے انھوں نے ترتیب دیا ہے وہ اہم ہے اور زیادہ مفید بھی ہے کیونکہ اس سے عوام اہلسنت اپنے مسلمہ مسائل وعقائد کو مدلل طور پر سمجھ سکیں گے اور کتاب کے سہل اور اختصار کی وجہ سے عقائد ونظریات کو ضبط کرنے میں انھیں آسانی ہوگی جس سے مخالفین کے دجل وفریب کو سمجھنے میں آسانی سے مدد ملے گی۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی خدمت کے لیے مولانا کو مزید توفیق عطا فرمائے اور ان کی عمر اور مساعی جمیلہ کو بابرکت کرے۔ آمین

مفتی محمد عبدالقیوم غفرلہٗ
۴ رجب المرجب سنہ ۱۴۱۴ھ

انتساب

بنام

علومِ جدیدہ و قدیمہ کے عظیم سکالر، سرتاجِ فقہاء، مترجم و مفسّرِ قرآن، سالارِ قافلۂ عاشقاں، فنافی الرسول، صاحبِ تصانیفِ کثیرہ، حامیٔ سنّت، قاطعِ شرک و بدعت، ـــــــــ امام شاہ

احمد رضا فاضل بریلوی

رضی اللہ عنہ

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

محمد رضاء المصطفٰے ظریف القادری

بار سیزدہم: ۱۰۰۰

فہرست مضامین

تاثرات

از محقق اہلسنت مناظرِ اسلام علامہ محمد عباس صاحب رضوی مدظلہٗ

عرصہ دراز سے احباب اہلسنت کیطرف سے بارہا یہ سنا جارہا تھا کہ کوئی مختصر سی کتاب ایسی ہونی چاہیئے جس میں مثبت انداز میں اپنے مسلک کے چیدہ چیدہ مسائل پر صرف قرآن و سنّت سے مختصر دلائل دے کر مذہب حق کو واضح کر دیا جائے اور اس کتاب کا انداز بھی علمی و تحقیقی مگر عام فہم اور سادہ ہو۔ تو مشیت ایزدی نے حضرت استاذی المکرم فقیہ العصر مفتی محمد رضاء المصطفٰے ظریف القادری ادام اللہ فیوضہ سے یہ خدمت لینے کا فیصلہ فرمایا جس کو حضرت موصوف نے سنی تقویۃ الایمان" لکھ کر باحسن و خوبی سرانجام دیا۔ کتاب کیا ہے حقیقت میں دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ اگر اس کتاب کے مشتملات کو مدنظر رکھ کر کوئی محقق کام کرنا چاہے تو کئی مجلدات تیار ہوسکتی ہیں۔ جو لوگ حضرت مصنف مدظلہ العالی کو جانتے ہیں وہ اس چیز سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ حضرت کا انداز خالصًا علمی اور تحقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا دلکش و دلنشیں ہوتا ہے حضرت استاذی المکرم وقت کے بہترین مفتی، مدرس، محقق، مصنف اور مقرر ہیں جہاں آپکی بہت ساری کتب شائع ہو کر داد تحسین وصول کر چکی ہیں وہاں ساتھ ساتھ حضرت کا اہلسنت پر ایک اور عظیم احسان یہ بھی ہے کہ آپ نے قرآن پاک کا لفظی ترجمہ الموسوم بہ "نور الایمان" فرما کر بین الاقوامی سطح پر اہلسنت کے وقار میں مزید چار چاند لگا دیئے ہیں۔

مذکورہ کتاب واقعی اسم بامسمٰی ہے۔ پڑھنے سے ایمان میں تازگی اور پختگی آتی ہے اور تقویۃ الایمان کے ایمان لیوا زہر کا خوب تریاق ہے۔ دعا ہے کہ اللہ جل مجدہ الکریم حضرت مصنف کو مزید دین متین کی خدمت کیلئے تندرستی و زندگی عطا فرمائے تاکہ ہم جیسے کئی تشنگان علوم دینیہ آپ کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوتے رہیں۔ فقط طالب دعا

محمد عباس رضوی غفرلہٗ

یکے از شاگردان حضرت مصنف

یا اللہ جل سلطانہٗ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی و نسلم علٰی رسولہ الکریم و علٰی آلہ و صحبہ اجمعین — یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تقدیم

"سُنّی تقوِیَۃُ الاِیمان"

از مجاہد ملت نباض قوم مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب زینت المساجد گوجرانوالہ

فخر الاماثل مولانا الفاضل علامہ محمد رضاء المصطفٰے ظریف القادری جو بفضلہ تعالٰی متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ اور ان کی زیر نظر تصنیف "سُنّی تقوِیَۃُ الاِیمان" انکی اپنی تصانیف اور "وہابی تقویۃ الایمان" کے رد میں شائع ہونے والی کُتب میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔ مولائے تعالٰے بوسیلۂ مصطفٰی (علیہ التحیۃ والثناء) ان کے جذبۂ صادقہ و محنتِ شاقہ کو قبول فرمائے اور "سُنّی تقوِیَۃُ الاِیمان" کو گمراہوں کے لئے ہدایت و عاشقوں کے لئے تقویتِ ایمان کا ذریعہ بنائے آمین!

وہابی "تقویۃ الایمان": دیابنہ وہابیہ کے ہندی امام مولوی اسماعیل دہلوی کی وہ رسوائے آفاق و مردودِ زمانہ گستاخانہ اور جارحانہ کتاب ہے جس کے متعلق مترجم "انفاس العارفین" سید محمد فاروق قادری ایم اے نے تحریر فرمایا ہے کہ "اڑھائی سو کتابوں کی ایک ایسی لسٹ میری نظر سے گزری ہے جو تقویۃ الایمان کی تردید میں مختلف زبانوں اور مختلف علاقوں میں لکھی گئی ہیں"۔ (تقدیم انفاس العارفین ص ۱۵)

جبکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہما) کے بھتیجے مولانا مخصوص اللہ صاحب نے تقویۃ الایمان کا رد "معید الایمان" کے نام سے لکھا۔ اور "تقویۃ الایمان" کا نام قاف کے ساتھ "تفویۃ الایمان"عہ رکھا۔ نیز

عہ برائی اور بگاڑ پھیلانے اور ایمان کو ضائع کرنے والی کتاب الخ

ان کے بقول جب شاہ عبدالعزیز صاحب نے "تقویۃ الایمان" کو سُنا تو فرمایا "اگر بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو (ردِّ شیعہ میں) "تحفۂ اثنا عشریہ" کا سا اس کا ردّ بھی لکھتا"۔ (کتاب مولانا اسماعیل اور "تقویۃ الایمان" از علامہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی)۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ "وہابی تقویۃ الایمان" کس قدر مردُود و منحوس اور اپنے نام کے برعکس کتنی ایمان کُش اور ایمان کو ضائع کرنے والی کتاب ہے کہ اس کی زد اور اس کے زہر سے اہلِ اسلام و عشاقِ رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ایمان کی حفاظت کے لئے اکابر علماءِ عرب و عجم نے ہر طرف سے اور اتنی کثرت سے خبیث گستاخانہ کتاب کا رد فرمایا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

کتاب "تقویۃ الایمان" اور اس کی تردیدی کشمکش میں مسلمانوں میں جو اختلاف تفرقہ اور فتنہ و جھگڑا اُٹھا ہوا اس سے مولوی اسماعیل دہلوی کی محبوبانِ خدا سے عداوت، اہلِ اسلام کو خانہ جنگی میں مبتلا کرکے اسلام کو ضعف و نقصان پہنچانے اور اہلِ اسلام کی قوت کو کمزور کرنے اور ان کے دلوں سے عشقِ رسالت کا جذبہ ختم کرکے دشمنانِ اسلام، یہود و نصاریٰ کو خوش کرنے کی سازش کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے اس لئے کہ **بقول علامہ اقبال** انگریزوں عیسائیوں کی حکمرانی کا سب سے اہم مقصد ہی یہی تھا۔ کہ مسلمانوں کے دلوں سے عشقِ رسالت اور جذبۂ جہاد کو ختم کیا جائے۔ بلکہ عشقِ رسالت کو ختم کرنا ہی جذبۂ جہاد کو ختم کرنا ہے۔ اس لئے کہ عشقِ رسالت کے بغیر جذبۂ جہاد و جذبۂ سرفروشی پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے ؎

غلامانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پروا نہیں کرتے

الغرض ابلیس و انگریز کا مسلمانوں کے متعلق یہ مشورہ و پروگرام طے پایا کہ ؎

وُہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں کبھی
رُوحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے دو فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و عرب سے نکال دو

اور اسی چیز کو عرب میں محمد بن عبدالوہاب نجدی اور عجم میں اسماعیل دہلوی نے عملی جامہ پہنایا، اور مسلمانوں کے دلوں سے رُوحِ محمد اور عشقِ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نکالنے کی تقریری و تحریری تحریک جاری کی جس کی ایک اہم کڑی "**وہابی تقویۃ الایمان**" ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

یہی وجہ ہے کہ انگریز نے تقویۃ الایمان اور اس کی اشاعت میں خاص دلچسپی لی۔ چنانچہ صوفی منش بزرگ مولوی شمس الدین (درویش والے) برادر پیر قاضی صدرالدین خلیفہ خانقاہ سراجیہ کُندیاں اپنی کتاب "غلغلہ" میں "تقویۃ الایمان" کے متعلق رقمطراز ہیں کہ "انگریزوں نے مسلمانوں میں سر پھٹول کے لئے ۔۔۔ یہ کتاب لکھوائی۔ ۱۸۵۲ء میں انگریزوں نے رائل ایشیا سوسائٹی لندن سے تقویۃ الایمان انگریزی میں ترجمہ کروا کے اسے دُور دراز تک پھیلایا۔ (بحوالہ ہنٹر بر ہنٹر۔ از سر سید علی گڑھ ص ۵) پھر مشرق وسطیٰ کے عیسائیوں نے اس کتاب کی تشہیر کے لئے مشہور عربی لغت "المنجد" میں اس کا تذکرہ شائع کیا، اور لکھا کہ اثباتِ توحید اور تردیدِ شرک میں مولانا اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی نے بڑا کام کیا اور تقویۃ الایمان کتاب لکھی۔ ملاحظہ ہو کہ "خاندان ولی اللہ کے اکابر اور ان کی تصانیف کو نظرانداز کرکے شاہ اسماعیل اور اس کی تقویۃ الایمان کا تذکرہ عیسائیوں نے ضروری سمجھا"۔ (غلغلہ ص ۱۸)

ڈاکٹر قمر ایم۔ اے۔ نے عربی میں کتاب "العلامہ فضل حق الخیرآبادی" لکھ کر

عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۵۲ پر مذکور ہے کہ پروفیسر محمد شجاع الدین صدر شعبۂ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور نے سنہ ۱۹۶۵ میں پروفیسر خالد بزمی کو لکھا اور اس بات کا اعتراف کیا کہ انگریزوں نے کتاب تقویۃ الایمان بغیر قیمت

بجنوری کا اعتراف:۔ مولوی حسین احمد "مدنی" دیوبندی کے حلقہ بگوش مولوی احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے کہ "افسوس ہے اس کتاب "تقویۃ الایمان" کی وجہ سے مسلمانانِ ہند و پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فی صد حنفی المسلک ہیں، دو گروہ میں بٹ گئے ہیں۔ ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے۔" (انوار الباری باب ۱۱ ص ۱۰۷)

خود اپنا اعتراف:۔ کتاب "ارواحِ ثلاثہ" (حکایاتِ علمائے دیوبند) میں لکھا ہے کہ "مولانا محمد اسماعیل نے تقویۃ الایمان لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا۔ ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرکِ خفی تھے شرکِ جلی لکھ دیا۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔۔۔۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے" الخ (ارواحِ ثلاثہ ص ۹۲)

بمصداق ع "مدّعی! لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری"

مذکورہ دلائل اور خود مولوی اسماعیل کے اپنے اعتراف کے بعد اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو کہ تقویۃ الایمان لوگوں کو گستاخ اور مسلمانوں کو مشرک بنانے اور ان میں فساد و انتشار کا بیج بونے والی کتاب ہے؟

اور خود اس کے مصنف کے بقول اس کی اشاعت باعثِ شورش و لڑائی بھڑائی ہے۔ باقی رہا مولوی اسماعیل کا یہ کہنا کہ لوگ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے"۔ تو یہ محض ان کی خام خیالی و غلط بیانی تھی جس کی بعد کے حالات نے بھی تردید کر دی کہ تقویۃ الایمان نے جس شورش کا بیج بویا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں برابر اضافہ ہوتا چلا گیا، اور "ٹھیک ہو جائیں گے" کے آثار معدوم ہوتے چلے گئے۔۔۔ جس کی بنیاد ہی شورش و شرک پر رکھی گئی ہے اس کے بعد اصلاح و درستگی کی توقع سراسر حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ شورش تو جنگل کی آگ کی طرح پھیلنے والی تھی۔

اعلیحضرت:۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے نام نہاد "تقویۃ الایمان" اور اس کے مصنف کی تاریخ و نظریات کے متعلق ایک ہی شعر میں کس طرح دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں: ؎

وہ وہابیہ نے جسے لقب دیا ہے شہید و ذبیح کا
وہ شہیدِ لیلائے نجد تھا وہ ذبیحِ تیغِ خیار ہے

یعنی وہابیہ نے جسے "شاہ شہید" کا لقب دیا ہے وہ شہید و ذبیح فی سبیل اللہ نہیں تھا، بلکہ لیلائے نجد (نجدی وہابی تحریک) کا شیدائی و فدائی تھا۔ جسے خوش عقیدہ اہلِ اسلام پٹھانوں کی تلوار نے ذبح کیا تھا جن کے ساتھ جہاد کے نام پر اس نے ظلم و زیادتی کی تھی۔

مزید فرمایا

یہ ہے دیں کی تقویت اس کے گھر
یہ ہے مستقیم صراطِ شر
جو شقی کے دل میں ہے گاؤ خر
تو زباں پہ چوڑا چمار ہے

یعنی اسماعیل دہلوی کی "تقویۃ الایمان" کے مطابق اس کے نزدیک دین کی تقویت یہ ہے کہ محبوبانِ خدا کو چوہڑے چمار سے تشبیہ دیتا ہے اور اس کی کتاب "صراطِ مستقیم" درحقیقت "صراطِ شر" ہے جس میں اس نے بحالتِ نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خیالِ مبارک کو گاؤ خر (گائے گدھے) کی صورت میں استغراق سے بدتر قرار دیا ہے (لاحول ولاقوۃ الا باللہ (والعیاذ باللہ تعالےٰ)

جرنیلی فتویٰ:- ایک طرف تو مصنفِ "تقویۃ الایمان" کی اہلِ اسلام و پیغمبرِ اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مخالفت وعداوت کا مختصر بیان اوپر گزرا اور دوسری طرف اس کی پیر پرستی اور تکفیر بازی و مشرک گری کا یہ عالم تھا کہ اس نے اپنے پیر کی نام نہاد امامت سے اختلاف کرنے والوں کے متعلق یہ جرنیلی فتویٰ جاری کیا کہ "جو شخص آنجناب (سید احمد پیر) کی امامت ابتدا ہی سے قبول نہ کرے یا قبول کرنے کے بعد اس سے انکار کرے وُہ باغی ہے اس کا خون بہانا حلال ہے، اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد ہے۔ اس کی ہتک و بیحرمتی کرنی فسادیوں کی ہتک کی طرح ربُّ العباد کی عین مرضی کیونکہ ایسے لوگ احادیثِ متواترہ کے حکم سے کُتّے کی چال چلنے والے ملعونین اشرار ہیں اس معاملہ میں عاجز کا یہی مسلک ہے۔ لہٰذا اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب تلوار کی مار ہے نہ کہ تحریر و تقریر۔ (مکتوبات سید احمد شہید ص ۱۶۹ مکتوب ۲۱)

مولانا ابوالحسن ندوی کے پیشِ نظر مکتوب کا جو قلمی نسخہ رہا ہے اس میں کُتّے کی چال چلنے والے (کلاب رفتار) کی بجائے کلابُ النار ہیں یعنی دوزخ کے کُتّے"۔ (سیرت سید احمد شہید ج ۱ ص ۵۳۲)

لمحہ فکریہ:- یہ کیسی اندھیر نگری اور مصنفِ تقویۃ الایمان کے دل میں اہلِ اسلام و پیغمبرِ اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) کے خلاف شقاوت وخباثت اور ناانصافی بھری ہوئی ہے کہ خود تو شانِ رسالت و

ولایت کے خلاف جی بھر کے گستاخی و دریدہ دہنی کرنے اور محبوبانِ خدا کی تحقیر و تنقیص میں کوئی کسر نہ چھوڑنے کے باوجود اس کا ضمیر کوئی خلش اور شرم محسوس نہیں کرتا۔ مگر پیر پرستی کا یہ عالم ہے کہ جو مسلمان اس کے پیر کو "امیر المؤمنین" نہ مانے بیک جنبشِ قلم وُہ باغی و واجب القتل ہے"۔ اس کا قتل کافر کی طرح عین جہاد ہے۔ وُہ شخص صرف دوزخی ہی نہیں دوزخی کتا ہے"۔ اور اس کی ہتک و بے حرمتی ربّ العباد کی عین مرضی ہے۔ اور پیر پر اعتراض کرنے والے کا جواب تحریر و تقریر نہیں بلکہ تلوار کی مار ہے۔ کیا اس سے یہ صاف ظاہر نہیں کہ مصنفِ "تقویۃ الایمان" کے دل میں محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اتنی بھی عظمت و حیا نہیں جتنی اپنے نام نہاد پیر و امیر المؤمنین کی۔ اور پھر یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ دہلوی مولوی جن کی تنقیصِ شان کرتا ہے، انہی کی احادیث کے نام سے لوگوں کو مغالطہ دیتا اور اپنے پیر کو واجب الاطاعت ٹھہراتا ہے۔ کیا یہ خود ساختہ شریعت نہیں۔ کیا یہ توحید و حدیث کے نام پر دھوکہ نہیں۔ کیا یہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی نیابت و خارجیت کا شرمناک مظاہرہ نہیں، اور کیا عظمتِ نبوّت کے بالمقابل یہ بدترین پیر پرستی نہیں۔ ع

"ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ"

اس مدلّل و مختصر تقدیم کے بعد اب "سُنّی تقویۃ الایمان" کا مطالعہ فرما کر مستفیض ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ۔ اما بعد اللہ بزرگ و برتر کی حمد کہ جس کی نہ کوئی جنس ہے نہ ضد نہ قبیلہ نہ ند نہ مثل نہ مثال نہ باپ نہ اولاد۔ جو ہمیشہ زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ جو کھلاتا ہے، کھاتا نہیں۔ پلاتا ہے پیتا نہیں۔ سلاتا ہے سوتا نہیں۔ جو جھوٹ، غیبت اور چوری وغیرہ قبائح سے مُنزّہ اور پاک ہے۔ اور درود و سلام ہو عقیدتِ کائنات کے اُس مرکز پر کہ جس کو حبیبِ خدا امام الانبیاء، حاجت روا مشکلکشا زائرِ ذاتِ الٰہ نورِ مجسّم رحمتِ عالم مختارِ جہاں نبئِ غیب داں جیسے پیارے پیارے حسین و شریف مقامات سے نوازا گیا ہے۔

اور ہزار ہا رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو خدائے ذوالجلال کے اُن پاک بندوں پر جو شریعت و طریقت کے آسمان پر اس طرح چمکے کہ اُن کی ضیا پاشیوں نے کائنات کو جگمگا دیا، اور چشمِ فلک سے اوجھل ہونے کے بعد اپنی برزخی زندگی میں بھی خلقِ خدا کو فیض رسانی سے محروم نہ کیا۔ جو دنیا میں رہے تو شرک و بدعت کی بیخ کنی کرتے رہے، اور ظاہری جہان سے تشریف لے گئے تو پرچم توحید و رسالت کو بلند کرتے اور توحید و شرک میں فرق اور اُن کے صحیح مفہوم اور معانی سے آگاہ کرتے گئے۔

توحید کا معنیٰ

توحید کا معنیٰ ہے ایک ماننا ایک جاننا۔ یعنی اس امر کو تسلیم کرنا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، کوئی اُس کا شریک نہیں۔ نہ ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں نہ احکام میں نہ اسماء میں۔ وہ واجب الوجود ہے یعنی اُس کا وجود ضروری ہے اور عدم محال، ازلی و ابدی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جب کچھ نہ تھا تو وہ تھا اور جب

کچھ نہ ہوگا تو وُہ ہوگا۔

حقیقتِ توحید

توحید کی حقیقت یہ ہے کہ اُلوہیّت اور اس کے خواص میں کسی کے بارے بھی اللہ کا شریک ہونے کا عقیدہ نہ رکھا جائے۔ (شرح شرحِ عقائد نسفی ص۲۷، شرح المقاصد ج۲ ص۶۴)

شرک کا معنیٰ

شرک کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو اُس جیسا ماننا۔ اس جیسا دوسرا اللہ ماننا یہ شرک فی الذات ہے اور اس کی صفات جیسی کسی دوسرے میں صفات جاننا یہ شرک فی الصفات ہے۔ اور ایسے ہی اُس کے افعال، احکام اور اسماء میں کسی کو اُس جیسا تصور کرنا شرک کہلائے گا اور ایسے فعل کے مرتکب کو مشرک کہا جائے گا۔

علّامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ

فرماتے ہیں:۔ اَلۡاِشۡرَاكُ هُوَ اِثۡبَاتُ الشَّرِيۡكِ فِي الۡاُلُوۡهِيَّةِ بِمَعۡنٰی وُجُوۡبِ الۡوُجُوۡدِ كَمَا لِلۡمَجُوۡسِ اَوۡ بِمَعۡنٰی اِسۡتِحۡقَاقِ الۡعِبَادَةِ كَمَا لِعَبَدَةِ الۡاَصۡنَامِ۔ (شرح عقائد ص۵۶)

"شرک کرنا یہ ہے کہ اُلوہیّت میں کسی کو (اللہ کے) واجب الوجود کے معنی میں (شریک) یعنی حصّہ دار ثابت کیا جائے جیسا کہ مجوس آگ وغیرہ کے بارے تصور کرتے ہیں۔ یا عبادت کے مستحق ہونے میں شریک ثابت کیا جائے جیسا کہ بتوں کے پجاری بتوں کے بارے خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید متعدّد مقامات پر شرک کی مذمت کرتا ہوا اس کے نقصانات کو بیان کرتا ہے:۔

نقصانِ اوّل

شرک ناقابلِ معافی جرم ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ (سورۃ النساء آیت ۱۱۶)

اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اُس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دُور کی گمراہی میں پڑا۔"

نقصان دوم

مشرک کی نیکیاں تباہ خسارہ لازم

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:-

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (سورۃ الزمر آیت ۶۵)

اور بیشک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف کہ اے سننے والے اگر تُونے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا اور ضرور تو ہار میں رہے گا۔"

نقصان سوم

شرک ظلمِ عظیم ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۝ (سورۃ لقمٰن پ ۲۱-۱۳)

اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ نصیحت کرتا تھا اے میرے بیٹے اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔"

نقصان چہارم

مشرک پر جنت حرام

فرمانِ خداوندی ہے:-

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ (سورۃ المائدہ پ ۶-۷۲)

بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے۔ اور مسیح نے تو یہ کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی، اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"

حضور نبیٔ غیب داں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

سب سے بڑا گناہ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الذَّنْبِ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ الخ (مسلم ج ۱ ص ۶۳، مشکوٰۃ ص ۱۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ کے ہاں کونسا گناہ بہت بڑا ہے؟ فرمایا یہ کہ تم اللہ کا شریک ٹھہراؤ حالانکہ اُس نے تمہیں پیدا فرمایا۔"

جلادیا جائے تو بھی شرک نہ کر

عَنْ مَعَاذِبْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ۔ (مشکوٰۃ ص۱۸)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرا اگرچہ تو قتل کیا جائے اور جلایا جائے۔

سب سے بڑا گناہ

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ قُلْنَا بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ۔ الخ (بخاری ج۲ ص۸۸۴)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اپنے باپ سے مروی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کبیرہ گناہوں سے بڑے گناہ کی؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں۔ خبر دیجئے یارسول اللہ۔ فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔"

باعثِ جنّت یا جہنّم

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثِنْتَانِ مُوْجِبَتَانِ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْمُوْجِبَتَانِ قَالَ مَنْ مَّاتَ یُشْرِكُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَّاتَ لَایُشْرِكُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ (مسلم ج۱ ص۶۶۔ مشکوٰۃ ص۱۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو چیزیں لازم کرنے والی ہیں کسی نے عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لازم کرنے والی کیا ہیں؟ فرمایا جو اللہ کا شریک مانتا ہوا مر گیا وہ آگ میں جائے گا۔ اور جو اس طرح مرا کہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں مانتا وہ جنّت میں جائے گا۔"

کبیرہ گناہ

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْکَبَائِرُ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ (مشکوٰۃ شریف ص۱۷۔ بخاری)

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی، جان کا قتل، گزرے ہوئے زمانہ میں کسی امر پر جھوٹی قسم کبیرہ (گناہ) ہیں۔"

ان آیاتِ مبارکہ و احادیثِ مقدّسہ سے معلوم ہوا کہ شرک کبیرہ گناہ و ناقابلِ معافی جرم ہے۔ اور شرک کے معنیٰ سے ثابت ہوا کہ شرک تب ہی ہوگا جب اللہ کی ذات کے مقابل دوسرا اِلٰہ مانے گا یا اس کی صفات جیسی مخلوق میں سے کسی میں صفات تصوّر کرے گا۔ اور اگر خالق و مخلوق، رازق و مرزوق، مالک و مملوک اور معبود و عابد کے فرق کے لحاظ کے ساتھ یہ عقیدہ رکھے گا کہ سمیع و بصیر علیم و حکیم اور قادر و مُتصرّف جیسی صفات سے اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر متصف ہے۔ یعنی بغیر کسی کے دیئے اُس کے دستِ قدرت و دائرۂ اختیار میں ہیں۔ اور مخلوق میں سے جس میں ان میں سے کوئی صفت یا کئی صفات پائی جاتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور عطا فرمانے سے ہیں۔ اس حسین فرق و امتیاز سے شرک تو شرک اُس کا شائبہ بھی نہ رہے گا اور متصورِ شرک کا پیمانہ ٹوٹ کر رہ جائے گا۔ چنانچہ علّامہ تفتازانی المتوفی ۷۹۱ھ شرکت کی یوں تعریف و وضاحت فرماتے ہیں:۔ اَلشِّرْکَۃُ اَنْ یَّجْتَمِعَ اِثْنَانِ عَلٰی شَیْءٍ وَّیَنْفَرِدَ کُلٌّ مِّنْہُمَا

بِمَاهُوَلَهٗ دُوْنَ الْاٰخِرِ كَشُرَكَاءِ الْقَرْيَةِ وَالْمَحَلَّةِ۔ "شرکت یہ ہے کہ ایک شے پر دو اس طرح جمع ہوں کہ ہر ایک اپنے حصّہ کے ساتھ دوسرے کی حاجت کے بغیر مستقل ہو، جیسے محلّہ و بستی کے شرکاء۔ یعنی ایک چیز پر دو ذاتیں برابر کی شریک ہوں"۔

موصوف آگے لکھتے ہیں:۔ بِخِلَافِ مَا اِذَا اُضِيْفَ اَمْرٌ اِلٰى شَيْئَيْنِ بِجِهَتَيْنِ مُخْتَلِفَتَيْنِ كَالْاَرْضِ تَكُوْنُ مِلْكًا لِلّٰهِ تَعَالٰى بِجِهَةِ التَّخْلِيْقِ وَلِلْعِبَادِ بِجِهَةِ ثُبُوْتِ التَّصَرُّفِ الخ (شرح عقائد نسفی ص۶۱)

یعنی بخلاف اس صورت کے کہ جب ایک امر کی دو چیزوں کی طرف دو مختلف جہتوں کے ساتھ نسبت و اضافت کی جائے جیسے زمین تخلیق کے لحاظ سے اللہ تعالےٰ کی مِلک ہے اور ثبوتِ تصرّف کی جہت سے بندوں کی مِلک ہے"۔

سمیع و بصیر

اور ایسے ہی سمیع و بصیر ہونا یہ خدا تعالیٰ کی بھی صفات ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری جَلّ و علا ہے:۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ (پ۲۴، المؤمن ۵۶) بیشک وہی (اللہ تعالیٰ) سُنتا دیکھتا ہے"

اور یہی صفات اللہ تعالےٰ مخلوق کے لیے بھی بیان فرماتا ہے:۔

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (پ۲۹۔ ع ۱۹) پس کر دیا ہم نے اس کو سُنتا دیکھتا۔

مگر یہ شرک نہیں اور نہ ہی کوئی اس بات کو شرک قرار دے سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہاں بھی جہت و اضافت کا لحاظ فرمایا گیا ہے۔ یعنی اللہ کریم ذاتی طور پر سمیع و بصیر ہے اور بندہ اس کی عطاء و تخلیق سے سمیع و بصیر ہے۔

غیب جاننا

یونہی بالذات غیب کا جاننا یہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ مخلوق کا کوئی فرد بھی اس میں اس کا شریک نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (سورۃ الانعام، آیۃ ۵۹)

"اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، انہیں وہی جانتا ہے۔ اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتّا گرتا ہے وُہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانا نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں نہ لکھا ہو"۔

نیز ارشاد فرماتا ہے:۔

لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الکھف۔ ۲۶)

"اُسی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمینوں کے سب غیب"۔

اور فرماتا ہے:۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ھُود۔ ۱۲۳)

"اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمینوں کے غیب"۔

ان آیات مبارکہ اور ایسی دیگر آیات جن میں اللہ تعالےٰ کے عالم الغیب ہونے کا ذکر ہے، کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر غیب کو جاننے والا ہے۔ اور قرآن مجید کی جن آیات سے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب جاننے کا پتہ چلتا ہے ان سے مُراد یہ ہے کہ محبوبِ خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا سے غیب کا علم رکھتے ہیں۔ چنانچہ اہلسنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم بعطائے الٰہی مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ کے عالم ہیں۔ یعنی جو کچھ ہو چکا اُس کو بھی جانتے ہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے اُس کی بھی خبر رکھتے ہیں کوئی چیز آپ کے علم سے باہر نہیں۔

عَالِمِ مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ

ارشاد خداوندی ہے :۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (النساء ۔ ۱۱۳)

"(اے محبوب) اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے"۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔

اَیْ مِنَ الْاَحْکَامِ وَالْغَیْبِ ۔ یعنی احکام اور علمِ غیب ۔

اس آیت کے تحت تفسیر حسینی میں ہے : ۔ یہ "مَاکَانَ اور مَا یَکُوْنُ کا علم ہے کہ حق تعالیٰ نے شبِ معراج حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ چنانچہ معراج شریف کی حدیث میں ہے کہ ہم عرش کے نیچے تھے ایک قطرہ ہمارے حلق میں ڈالا گیا پس ہم نے سارے گزشتہ اور آئندہ کے واقعات معلوم کر لیے"۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شریعت کے علوم کے ساتھ ساتھ غیب کے تمام علوم سے بھی سرفراز فرمایا ہے ۔

اور فرمایا :۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ الآیۃ (آل عمران)

"اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے"۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس اس کو غیب پر مطلع فرماتا ہے ۔

اور فرمایا :۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝ (التکویر ۔ ۲۴)

"اور یہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) غیب بتانے میں بخیل نہیں"۔

صاحبِ تفسیر خازن اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔

اِنَّهٗ يَاْتِيْهِ عِلْمُ الْغَيْبِ وَلَا يَبْخَلُ بِهٖ عَلَيْكُمْ وَيُخْبِرُكُمْ بِهٖ وَلَا يَكْتُمُهٗ الخ

"یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم غیب آتا ہے تو تم پر اس میں بخل نہیں فرماتے اور تمہیں اس کی خبر دیتے ہیں چھپاتے نہیں"۔

بخیل اُسے ہی کہا جا سکتا ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر وہ مناسب خرچ نہ کرے ۔ اور جو خرچ کرے اُسے بخیل نہیں کہا جاتا ۔ قرآن مجید میں اس مقام پر حضور علیہ السلام سے بخل کی نفی اسی لیے فرمائی گئی ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے عطا کردہ علمِ غیب کے خزانے لٹانے میں بخل نہیں کرتے ۔ اور اپنی کریمانہ شان سے غیب کی خبریں بیان فرما دیتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے :۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (الرحمٰن ۔ ۱تا۴)

"رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا، ماکان و مایکون کا بیان انہیں سکھایا"۔

اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہے :۔

قَالَ ابْنُ كَيْسَانَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ يَعْنِىْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ يَعْنِىْ بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن کیسان نے کہا کہ انسان سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور عَلَّمَهُ الْبَيَانَ سے مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے

كَانَ يُبَيِّنُ عَنِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَنْ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ (تفسیر معالم ج۴ ص۲۶۷)

کا بیان ہے۔ اس لیے کہ آپ اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی خبر دیتے۔"

مذکورہ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ خالق کائنات نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن سکھایا اور قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ الآیہ۔ (النحل - ۸۹)

اور ہم نے تم پر یہ قرآن اُتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔"

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم عطا فرما دیا۔

اور فرمایا:۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الانعام - ۵۹)

اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ہے:۔

وَقِيْلَ هُوَ عِبَارَةٌ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ لِاَنَّ جَمِيْعَ الْاَشْيَاءِ اِمَّا رَطْبَةٌ وَّاِمَّا يَابِسَةٌ۔

رطب و یابس یعنی خشک و تر سے مراد ہر شئے ہے اس لئے کہ تمام اشیا یا تر ہیں یا خشک۔"

اور کتاب مُبین کی تفسیر میں فرمایا:۔

اِنَّ الْمُرَادَ بِالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ هُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ فِيْهِ عِلْمَ مَا يَكُوْنُ وَمَا قَدْ كَانَ الخ (خازن ج۲ ص۲۳)

کتاب مُبین سے مُراد لوح محفوظ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے اس میں جو ہو رہا ہے یا ہوگا اور جو ہو چکا ہے (تمام) کا علم لکھ دیا۔"

اس تفسیر کے مطابق کتاب مُبین سے لوح محفوظ مراد ہے اور وہ نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا ایک حصہ ہے جبکہ آپ کا علم مبارک اس سے کہیں زیادہ اور وسیع تر ہے۔ چنانچہ عاشق صادق امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں قصیدہ بردہ شریف پیش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:۔

وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا بعض حصہ ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور علم قرآن

آپ نے فرمایا:۔

لَوْ شِئْتُ لَاَوْقَرْتُ لَكُمْ ثَمَانِيْنَ بَعِيْرًا مِّنْ عِلْمِ النُّقْطَةِ الَّتِيْ تَحْتَ الْبَآءِ۔ (الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ ص۲۸۲)

اگر میں چاہوں تو تمہارے لئے اسی اُونٹ (کتابوں سے) اُس نقطہ کے علم سے جو بائے بسم اللہ کے نیچے ہے بھر دوں۔"

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور علم القرآن

جناب سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور قرآن مجید کے عظیم مفسر ہیں آپ فرماتے ہیں:۔

لَوْ ضَاعَ لِيْ عِقَالُ بَعِيْرٍ لَوَجَدْتُّهٗ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ (الاتقان ج۲ ص۱۶۱)

اگر میرے اُونٹ کی مہار گم ہو جائے تو یقیناً میں اُسے قرآن مجید سے پالوں۔"

یہ ہے حضرت علی و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا علم قرآن اور علمی مقام جو نبی نہیں صحابی ہیں، جنہوں نے قرآن مجید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پڑھا اور سیکھا۔ اب غور فرمائیں جب شاگردوں اور غلاموں کی علمی وسعت اتنی عظیم ہے تو معلم کائنات کے علم و فضل کا مقام کتنا رفیع اور بلند ہوگا۔ مگر عقل و شعور سے محروم اور شانِ رسالت

اور ولایت کے دشمن اور باغی رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے علم مبارک کو ناپنے تولنے کے لئے ترازو اور پیمانے اُٹھائے ڈھنڈورے پیٹتے کہتے پھرتے ہیں آپ کو کوئی علمِ غیب نہیں۔" اور جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم یا کوئی امام یا کوئی بزرگ غیب جانتے تھے اور شریعت کے ادب سے منہ سے نہ کہتے تھے۔ سو وُہ جھوٹا ہے[1]۔ انبیاء اور اولیاء کی یا اماموں اور شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وُہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے[2]۔" ایک بے ادب نے میدانِ بے ادبی و گستاخی میں اسپ دوانی کرتے ہوئے یوں لکھا " الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان، ملک الموت کا حال دیکھ کر علمِ محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصّہ ہے شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے[3]۔

ظالم کا پیٹ اس سے بھی نہ بھرا پھر آگے اپنی قلمکاری کے یوں جوہر دکھائے:۔

"ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ[4]۔

اسی طرح میدانِ گستاخی و بے ادبی کے ایک اور شہسوار نے شانِ رسالت پر حملہ کرتے ہوئے یُوں اپنا ایمان تباہ اور نامۂ اعمال سیاہ کیا:۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب۔

[1] تقویۃ الایمان ص۱۹ [2] ایضاً ص۲۰ [3] براہین قاطعہ ص۵۱ [4] ایضاً ص۵۲

اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (صلّے اللہ علیہ وسلّم) کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان ص۵)

پیارے اسلامی بھائیو! غور فرماؤ۔ شانِ رسالت مآب علیہ الصّلوٰۃ والتّسلیم اور عظمتِ ولایت کے گستاخ و بے ادب اور منکروں نے کس طرح دیدہ دلیری اور بیباکی سے محبوبانِ خدا کے ساتھ مختلف اندازوں میں دشمنی کا مظاہرہ کیا۔ جہاں باقی انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور اماموں، شہیدوں علیہم الرّضوان سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ساتھ ہی ساتھ عظمتِ محبوبِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھی ڈاکہ زنی کی انتہا کر دی۔ ایک نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے لئے علمِ غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو جھوٹا قرار دے دیا، دوسرے نے آپ کے علم کو ملک الموت سے کم بیان کرتے ہوئے شیطان کو رُوئے زمین کا عالم تسلیم کیا۔ ملک الموت اور شیطان کا علم نص سے ثابت ہونا اور امام الانبیاء علیہ و علیہم السّلام کے علم کے لئے کسی نص کا نہ پایا جانا بیان کیا۔ حالانکہ آپ گزشتہ صفحات پر آیاتِ قرآنیہ اور تفاسیر علماءِ حق رحمہم اللہ تعالیٰ کے حوالوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا دانائے غیب ہونا بخوبی پڑھ چکے اور مزید دلائل ان شاء اللہ آگے مذکور ہوں گے۔ تو تیسرے کے بارے بتانا چاہتا تھا کہ اُس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ مبارک کو بچّوں، دیوانوں، پاگلوں، اور جانوروں کے علم سے تشبیہہ دے دی۔ (معاذ اللہ)

دیکھئے یہ لوگ کس قدر غلط عقائد و نظریات کے حامل اور عقل و دانش سے تہی دامن ہیں جو ایک طرف رسُولِ کریم علیہ الصّلوٰۃ والتّسلیم کے لئے علمِ غیب کو شرک قرار دے کر آپ سے اُس کی نفی کر رہے ہیں اور دُوسری طرف بارگاہِ رسالت پناہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے خادم و نیاز مند حضرت ملک الموت علیہ السّلام اور کائنات کے ذلیل ترین

فرو شیطان کے لئے علمِ غیب ثابت کر رہے ہیں۔

خدارا انصاف کیجئے شانِ رسالت میں گستاخی کی ان لوگوں پر کیسی پھٹکار پڑ چکی ہے کہ جو چیز ان کے عقائد میں شرک کہلاتی ہے وہی اُن کے نزدیک عین توحید قرار پا رہی ہے۔ حالانکہ پیارے مصطفٰے علیہ الصّلوٰۃ والتّسلیم کا دانائے غیب ہونا جس طرح قرآن سے ثابت ہے اسی طرح احادیث مبارکہ بھی اس امر پر شاہدِ عادل و دلیلِ ناطق ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ افضل الصّلوات واکمل التحیات نے ارشاد فرمایا:۔

آئندہ حالات کا علم

حدیث ۱

اِنِّی لَاَعْرِفُ اَسْمَآءَهُمْ وَاَسْمَآءَ اٰبَآئِهِمْ وَاَلْوَانَ خُیُوْلِهِمْ هُمْ خَیْرُ فَوَارِسَ اَوْ مِنْ خَیْرِ فَوَارِسَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ یَوْمَئِذٍ۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۴۶۷)۔

بیشک ہم ان کے (دجال سے جہاد کی تیاری کرنے والوں کے) نام، ان کے باپ دادوں کے نام ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتے ہیں۔ وہ روئے زمین پر اس دن بہترین سوار ہیں۔

حدیث ۲

قَالَ یَوْمَ خَیْبَرَ لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶۳)

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا کہ ہم یہ جھنڈا کل اس کو دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ خیبر فتح فرما دے گا اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اُس سے محبت فرماتے ہیں۔

ان احادیث مبارکہ سے صاف پتہ چلا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم آنے والے حالات کو جانتے ہیں اور کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ

... عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:۔

حدیث ۳

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا ... اِلَیْهَا وَاِلٰی مَا هُوَ کَائِنٌ ... فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ ... اِلٰی کَفِّیْ هٰذِهٖ۔ (شرح مواہب اللدنیہ ... زرقانی ج ... ص ۲۰۵)

اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرما دیا۔ پس ہم اس دنیا اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے، کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتے ہیں۔

حدیث ۴

حضرت امیر المؤمنین سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے:۔

... قَامَ فِیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ ... مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ ... الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ ... مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ ... حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِیَهٗ ... مَنْ نَسِیَهٗ۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۴۵۳)

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم میں ایک جگہ قیام فرمایا تو ہمیں ابتداءِ پیدائش کی خبر دی۔ یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں پہنچ گئے اور جہنمی لوگ اپنی منزلوں میں۔ جس نے یاد رکھا اُس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

حکیم الامّت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: "اس جگہ حضور علیہ السّلام نے دو قسم کے واقعات کی خبر دی (۱) عالم کی پیدائش کی ابتدا کس طرح ہوئی۔ (۲) پھر عالم کی انتہا کس طرح ہو گی۔ یعنی از روزِ اوّل تا قیامِ قیامت ایک ایک ذرہ و قطرہ بیان فرما دیا۔" (جاء الحق ص ۶۷)

بچّے کی پیدائش کا علم

حدیث ۵

تَلِدُ فَاطِمَۃُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ غُلَامًا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۲)

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر د[ی] کہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے [ہاں] لڑکا پیدا ہوگا۔"

بارش کا علم

حدیث ۶ سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت کی نشانیاں بیا[ن] فرماتے ہوئے فرمایا:۔

ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰہُ مَطَرًا لَا یَکِنُّ مِنْہُ بَیْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۷۲)

پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جس [سے] نہ کوئی مٹی کا گھر بچے گا اور نہ [...] اُون کا۔"

موت اور مرنے کی جگہ کا علم

میدانِ بدر میں قتل ہونے والے کافروں کے بارے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ [...] نے پہلے ہی فرمادیا:۔

حدیث ۷

ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْشَاءَ اللّٰہُ وَھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْشَاءَ اللّٰہُ۔ قَالَ عُمَرُ وَالَّذِیْ بَعَثَہٗ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَؤُا الْحُدُوْدَ الَّتِیْ حَدَّھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۳)

آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل یہ فلاں کے [...] ہونے کی جگہ ہوگی اور انشاء اللہ کل یہ [...] فلاں کی قتل گاہ ہوگی۔ جناب سیدنا [...] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اُس ذات کی [...] جس نے انہیں حق کے ساتھ بھیجا کہ وہ لو[گ] اُن حدود سے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ [...] نے مقرر فرمائی تھیں، بالکل نہ ہٹے۔"

قیامت کا علم

حدیث ۸

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ وَاَشَارَ وَھْبٌ بِالسَّبَّابَۃِ وَالْوُسْطٰی (دارمی جلد ۲ ص ۲۳۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نبی کریم علیہ السلام سے مروی آپ نے فرمایا میں بھیجا گیا ہوں اور قیامت ایسے ہے۔ حضرت وہب نے حدیث بیان فرماتے ہوئے درمیانی اور شہادت کی انگلی کے ساتھ اشارہ فرمایا۔"

حدیث ۹

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثِرُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ مَشْھُوْدٌ تَشْھَدُہُ الْمَلٰئِکَۃُ وَاِنَّ اَحَدًا لَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلٰوتُہٗ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْھَا۔ قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ۔ (ابن ماجہ ص ۱۱۹)

روایت ہے حضرت ابو درداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مجھ پر جمعہ کے دن درود زیادہ پڑھو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور کوئی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتی کہ اس سے فارغ ہو جائے — فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کیا وصال کے بعد بھی؟ فرمایا اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔"

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نبئ غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ (۱) قیامت کب آئے گی؟ (۲) بارش کب ہوگی؟ (۳) ماں کے پیٹ میں

کیا ہے؛ (۴)، کوئی جان کل کیا کمائے گی؛ (۵)، کوئی کہاں مرے گا۔ بعطائے ا
حاصل ہیں۔ اور آپ کے بارے ان امور کو نہ جاننے کا دعویٰ و نظریہ غلط اور منا
قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ آج اس سائنسی دور میں اگر کوئی مشینری کے ذر
ایک مُلک میں بیٹھ کر دوسرے ممالک کے حالات معلوم کر لیتا ہے یا کوئی سائنس
ایجادات کے ذریعے معلوم کر لیتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ تو کسی کو شر
نہیں سُوجھتا۔ تو اللہ تعالےٰ کے عظیم الشان مقام و مرتبہ والے صاحبِ نبوت محبو
علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کہ جس کے وصفِ نبی کے معنے ہی غیب کی خبریں دینے والے
ہیں[1] کے لئے ان علوم کے حاصل ہونے کا عقیدہ رکھنے والے مسلمان کے خلاف کف
شرک کے فتووں کی مشین کیوں حرکت میں آجاتی ہے اور پیارے مصطفےٰ صلی ا
علیہ وسلم کے لئے ان علوم کے حاصل ہونے کا رد کیوں کیا جاتا اور مذاق کیوں اُڑا
جاتا ہے جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نہ کبھی ایسا اعتراض کیا
نہ طعن و مذاق کیا۔ البتہ یہ کام منافقوں کو سُوجھے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسل
کے علم کا مذاق اُڑایا اور طعن بھی کیا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔

حدیث نمبر ۱

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ فِیْ صُوَرِھَا فِی الطِّیْنِ کَمَا عُرِضَتْ عَلٰی اٰدَمَ وَ اُعْلِمْتُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِیْ وَمَنْ یَّکْفُرُ بِیْ فَبَلَغَ ذٰلِکَ الْمُنَافِقِیْنَ فَقَالُوْا اِسْتِھْزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ اَنَّہٗ یَعْلَمُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِہٖ وَمَنْ یَّکْفُرُ مِمَّنْ لَّمْ یُخْلَقْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَہٗ وَمَا یَعْرِفُنَا فَبَلَغَ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَ اَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ السَّاعَۃِ اِلَّا نَبَّأْتُکُمْ بِہٖ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ حُذَافَۃَ السَّہْمِیُّ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ حُذَافَۃُ فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَّ بِکَ نَبِیًّا فَاعْفُ عَنَّا عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھَلْ اَنْتُمْ مُنْتَھُوْنَ فَھَلْ اَنْتُمْ مُنْتَھُوْنَ ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ۔ (تفسیر خازن ج۱۔ ص۳۸۲،
تفسیر معالم التنزیل برحاشیہ خازن ج۱۔ ص۳۸۱
تفسیر خزائن العرفان پ۴ ص۱۱۱، تفسیر نعیمی پ۴ ص۴۰۵، تفسیر نور العرفان ص۲۴)

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ ہم پ
ہماری اُمّت پیش فرمائی گئی اپنی اپنی صو
میں مٹی میں جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السّلا
پر پیش ہوئی تھی۔ ہم کو بتا دیا گیا کون ہم پ
ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خب
منافقین کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے ک
حضور علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اُن کو لوگو
کی پیدائش سے پہلے ہی کافر و مومن کی خبر ہو گئی۔ ہم تو ان کے ساتھ ہیں اور ہم کو نہیں پہچانتے۔ یہ خبر حضور علیہ الصّلوٰۃ و السّلام کو پہنچی تو آپ منبر پر جلوہ گر ہوئے، اور خدا کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا کہ قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم میں طعن کرتے ہیں۔ اب سے قیامت تک کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے پُوچھو گے، ہم تم کو خبر دیں گے۔ عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا حذافہ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم اللہ تعالےٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے اور آپ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ ہمیں معاف فرمائیے اللہ آپ کے درجات بلند فرمائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم باز آجاؤ گے، کیا تم باز آجاؤ گے پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔"

[1] المنجد ص۹۰۲ اَلنَّبِیُّ اَلْمُخْبِرُ عَنِ الْغَیْبِ۔

معلوم ہُوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے عالمِ ماکان ومایکون ہونے پر ذرّہ بھر بھی شک نہ تھا اور وہ آپ کی وسعتِ علمی کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ جبکہ منافق لوگ اپنی باطنی خباثت کی وجہ سے آپ کے علمِ غیب شریف کا انکار کرتے اور مذاق اُڑاتے تھے۔ آج کل کے منکرینِ علمِ غیبِ نبوی کو فیصلہ کرنا چاہیئے کہ وہ کس گروہ میں شامل ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو منافقین کے نفاق و دلی کیفیات سے آگاہ فرما دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کو نام لے کر مسجد سے نکال دیا تھا۔ اس طویل حدیث میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ سیّدنا عبداللہ کے باپ حذافہ ہی ہیں یہ ایسی بات ہے، جو عبداللہ کی ماں کے سوا کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ مگر رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باذنِ الٰہی اس پر بھی مطلع ہیں جس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ آپ کو بعطائے الٰہی علومِ خمسہ حاصل تھے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام اور علمِ غیب

قرآن مجید سیّدنا عیسٰی علیہ السلام کے غیب جاننے کو یُوں بیان فرماتا ہے کہ آپ نے فرمایا:-

وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ الآیہ
(آل عمران ۴۹)

اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں اُس کی جو کھاتے ہو تم اور جو جمع کرتے ہو تم اپنے گھروں میں"۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے پاس بچے بہت سے جمع ہو جاتے تھے آپ انہیں بتاتے تھے کہ تمہارے گھر فلاں چیز تیار ہوئی ہے تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے، فلاں چیز تمہارے لئے اُٹھا رکھی ہے بچے گھر جاتے، گھر والوں سے وُہ چیز مانگتے، گھر والے وُہ چیز دیتے اور اُن سے پوچھتے کہ تمہیں کس نے

بتایا؟ بچے کہتے حضرت عیسٰی علیہ السلام نے۔ تو لوگوں نے اپنے بچوں کو آپ کے پاس آنے سے روکا اور کہا وُہ جادوگر ہیں اُن کے پاس نہ بیٹھو، اور ایک مکان میں سب بچوں کو جمع کر دیا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام بچوں کو تلاش کرتے تشریف لائے تو لوگوں نے کہا کہ وُہ یہاں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اس مکان میں کون ہے؟ انہوں نے کہا خنزیر ہیں۔ فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ اب جو دروازہ کھولتے ہیں تو سب خنزیر ہی تھے۔

ثابت ہوا کہ غیب کی خبریں دینا انبیائے کرام علیہم السلام کا معجزہ ہے۔ کوئی بشر انبیائے کرام علیہم السلام کی وساطت کے بغیر امورِ غیبیہ پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ اولیائے کرام علیہم الرضوان کبھی جو غیب کی خبریں دیتے ہیں تو وُہ سب انبیائے کرام علیہم السلام کی وساطت کی برکت اور فیضان کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔

چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں:-

اِطِّلَاعُ الْعَبْدِ عَلٰی غَیْبٍ مِّنْ غُیُوْبِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِنُوْرٍ مِّنْہُ بِدَلِیْلِ خَبَرِ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ لَا یَسْتَغْرِبُ وَھُوَ مَعْنٰی کُنْتُ بَصَرُہٗ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ۔ الخ

(زرقانی۔ شرح مواہب)

عبدِ کامل کا اللہ تعالےٰ کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں اس حدیث سے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وُہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہی حدیث کے معنی ہیں کہ اللہ کریم فرماتا ہے "میری رحمت اس کی آنکھ بن جاتی ہے جس سے وُہ دیکھتا ہے" اُس کا دیکھنا حق کی طرف سے ہوتا ہے۔ پس اُس کا غیب پر مطلع ہونا کیا بعید ہے"۔

امام عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ

نقل فرماتے ہیں حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ زمین اولیاء کے گروہ کے سامنے ایک دستر خوان کی طرح ہے۔ اور حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ روئے زمین ناخن [کی] مثل ہے اور کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔ (نفحات الانس ص۴۱۵)

شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ

فرماتے ہیں:۔

اطلاع بر لوحِ محفوظ و دیدنِ نقوش۔ نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول است ۔ (تفسیر عزیزی پ۲۹۔ سورہ جن)

لوحِ محفوظ کی خبر رکھنا اور اس کی تحر[یر] دیکھنا بعض اولیاء اللہ سے بھی بطریق تواتر منقول ہے"۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السّلام بالخصوص امامُ الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام غیب کا علم رکھتے ہیں اور اولیائے کرام بھی ان محبوبانِ خدا جلّ و[علا] کی وساطت سے غیب کی خبریں دیتے ہیں۔ لہٰذا اِن حضرات کے بارے غیب جاننے کا عقیدہ رکھنے والے سچے اور حق مذہب پر قائم ہیں۔ اور جو یہ کہے کہ نبیوں اماموں اور شہیدوں کے غیب جاننے کا عقیدہ رکھنے والا (معاذ اللہ) جھوٹا ہے' و[ہ] خود جھوٹا کذّاب ، قرآن و حدیث اور کُتبِ علمائے اسلام سے جاہل و بے خبر ہے

وہابی مولوی کو علمِ غیب

فضل الدین زمیندار سکنہ ماّن کا بیان ہے کہ "میرے پاس کوئی گائے بھینس نہ تھی کہ گھر والوں کو دودھ گھی مل سکتا۔ پاس کوئی رقم بھی نہ تھی کہ گائے بھینس خریدی سکتی۔ ایک بوڑھی سی بھینس تھی جس سے ہم مایوس ہو چکے تھے کہ وہ اب گابھ[ن] نہیں ہو سکتی کیونکہ بہت بوڑھی اور کمزور ہو چکی ہے۔ میں نے مولانا (غلام رسول قلعوی) سے عرض کیا کہ دعا کریں خدا کوئی دودھ گھی کا انتظام کر دے۔ آپ نے فرما[یا] کہ تمہاری وہی بھینس گابھن ہو چکی ہے اور عنقریب بچہ دینے والی ہے۔ وہ مدّت

[تک] دودھ دیتی رہے گی، تم فکر نہ کرو۔ فضل الدین کا بیان ہے کہ سچ مچ تھوڑے [ہی] دنوں میں وہ بھینس دودھ دینے لگی۔ اور قریباً گیارہ دفعہ اس کے بعد سوئی [بیائی] اور مدّت دراز تک دودھ دیتی رہی۔ (کرامات اہلحدیث ص۱۴)

دیوبندی عالم کو علمِ غیب

"کہ حضرت (مولوی احمد علی لاہوری) نے ایک روز خلوت میں فرمایا مولوی حبیب اللہ صاحب (حضرت کے صاحبزادے) مدینہ منورہ میں رہتا ہے۔ جب کبھی خط کو دیر ہو جاتی ہے تو اس کی والدہ پریشان ہو جاتی ہے اور مجھ سے پوچھتی ہے اس کا کیا حال ہے؟ تو میں اللہ کے فضل و کرم سے پانچ منٹ میں بتا دیتا ہوں کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے"۔ (ماہنامہ "الرشید" لاہور (دارالعلوم دیوبند نمبر) ص۵۶۵)

وسیلہ تلاش کرنا

شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والتّسلیم کے مطابق بارگاہِ ربوبیّت میں دُعا اور کسی چیز کے سوال کے وقت وسیلہ اختیار کرنا قرآن و حدیث، کُتبِ اسلاف اور عملِ سلف و خلف سے ثابت ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ کے حضور یوں عرض کرنا "اے خالق و مالک تجھے تیرے پیارے محبوب حضرت خواجۂ کونین صلے اللہ علیہ وسلم کا صدقہ یا جناب ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، جنابِ مشکلکشا امیر المؤمنین حضرت علی، شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صدقے میری دعا قبول فرما، اور میری حاجت کو پورا فرما"۔ یا یوں عرض کرنا "اے پروردگار سیّدنا امام ابوحنیفہ، جناب غوث اعظم، سیّدنا امام ربّانی، حضرت داتا ہجویری، حضور خواجہ اجمیری، اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے وسیلہ جلیلہ سے ہماری دُعا قبول فرما اور ہمیں فلاں نعمت اور فلاں شے عطا فرما"۔ جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ

اللہ تعالیٰ اس امر کی ایمان والوں کو یوں رغبت دلاتا اور وسیلہ تلاش کرنے کا
حکم فرماتا ہے :۔

آیت نمبر ۱

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (المائدہ ۳۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

اس آیت کریمہ میں وسیلہ تلاش کرنے کے مطلق حکم اور ذکر سے معلوم ہوا
کہ بارگاہِ خداوندی میں اعمالِ صالحہ اور اللہ کریم کے پیارے بندوں انبیاء کرام
علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم الرضوان کو بطورِ وسیلہ پیش کرنا منشاءِ خداوندی

آیت نمبر ۲

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء ۶۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت مبارکہ میں گناہوں سے استغفار اور ظلم پر معافی ملنے کا راستہ
بتایا گیا یعنی اے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والو اگر ایسا کر چکے ہو تو بارگاہِ رسالت کی
حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہوئے دامنِ مصطفوی علیہ السلام کو تھام کر بارگاہ
غفار میں استغفار کرو اور پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمہاری مغفرت کی
دعا فرما دیں تو مولیٰ کریم محبوب علیہ السلام کی اس ادائے سفارش و دعا کے تصدق
تمہیں معاف فرما دے گا۔ اور پھر دور و نزدیک کی کوئی قید نہیں۔ اپنی جان پر ظلم کرنے
والا قریب علاقہ سے آئے یا دور سے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ طیبہ
میں آئے یا تاقیامِ قیامت، جب بھی آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار

[illegible] کو لالی جھولی واپس نہیں جائے گا۔ چنانچہ جناب امیر المومنین سیدنا علی شیرِ خدا
[illegible] سے روایت ہے کہ آں سرور صلے اللہ علیہ وسلم کے دفن کے تین روز بعد
[illegible] اعرابی آیا اور قبر پر گر پڑا اس کی خاکِ پاک اپنے سر پر ڈالتا تھا اور کہتا تھا کہ
[illegible] رسول اللہ آپ نے جو کچھ اپنے رب سے سنا وہ میں نے آپ سے سنا اور آپ نے
[illegible] سے یاد کیا میں نے آپ سے یاد کیا اور وہ یہ آیت ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ
[illegible] ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ الآیہ۔ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس اس لئے
[illegible] کہ آپ میرے لیے استغفار فرمائیں۔ قبر شریف سے ایک آواز آئی قَدْ
[illegible] لَكَ یعنی تجھے بخش دیا گیا۔ (جذب القلوب ص ۲۲۶)

آیت نمبر ۳

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (البقرہ آیت ۳۷)

پھر سیکھ لیے آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نقل فرماتے
[illegible]

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَذْنَبَ اٰدَمُ الذَّنْبَ الَّذِيْ اَذْنَبَهٗ رَفَعَ رَاْسَهٗ اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِيْ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ وَمَنْ مُحَمَّدٌ فَقَالَ تَبَارَكَ اسْمُكَ لَمَّا خَلَقْتَنِيْ رَفَعْتُ رَاْسِيْ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے لغزش واقع ہوئی تو آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا تو عرض کیا اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرمادے۔ اللہ کریم نے آپ کی طرف وحی فرمائی محمد صلے اللہ

إِلَى عَرْشِكَ فَإِذَا فِيهِ مَكْتُوبٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَعْظَمَ عِنْدَكَ قَدْرًا مِّمَّنْ جَعَلْتَ اسْمَهُ مَعَ اسْمِكَ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ يَا آدَمُ إِنَّهُ آخِرُ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَا هُوَ مَا خَلَقْتُكَ ۔ (در منثور ج۱ ص۵۷)

علیہ وسلم) کون ہیں؟ آپ نے عرض کیا ... اللہ! تیرا نام بابرکت ہے جب تو نے ... پیدا فرمایا میں نے اپنا سر تیرے عرش کی ... اٹھایا تو اس میں لا الٰہ الا اللہ الخ لکھا ... تھا پس میں نے جان لیا کہ اس ذات ... جس کا تو نے نام اپنے نام کے ساتھ رکھا ... زیادہ قدر و منزلت والا تیرے ہاں کوئی نہیں ... اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اے آدم وہ تیری ... میں سے آخری نبی ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے ... میں تجھے پیدا نہ فرماتا۔"

آیت ۴

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِينَ ۝ (البقرہ آیت ۸۹)

اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے ... تو جب تشریف لایا ان کے پاس ... جانا پہچانا، اس سے منکر ہو بیٹھے ... اللہ کی لعنت منکروں پر۔"

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:۔

إِنَّ الْيَهُودَ مِنْ قَبْلِ مَبْعَثِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَنُزُولِ الْقُرْآنِ كَانُوا يَسْتَفْتِحُونَ أَيْ يَسْأَلُونَ الْفَتْحَ وَالنُّصْرَةَ وَكَانُوا يَقُولُونَ اللّٰهُمَّ افْتَحْ

بیشک یہودی رسولِ کریم علیہ السلام کی ... تشریف آوری اور قرآن مجید کے نزول ... سے پہلے آپ کے وسیلہ جلیلہ سے ... اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فتح و نصرت ... حاصل کرنے کی دعا کرتے تھے۔ "اے اللہ ...

... وَانْصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْأُمِّيِّ ۔ (تفسیر کبیر ...)

نبی اُمّی کا صدقہ ہمیں فتح و مدد عطا فرما۔"

امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث ۱

أَتَى رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ مِّنْ أَهْلِ الْبَدْوِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ هَلَكَ الْعِيَالُ هَلَكَ النَّاسُ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ يَدْعُو وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُونَ (بخاری ج۱ ص۱۴۰)

ایک دیہاتی رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جمعہ کے دن حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مویشی ہلاک ہوگئے اہل وعیال ہلاک ہوگئے، لوگ خستہ حال ہوگئے۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے اور دعا فرمائی اور لوگوں نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔"

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب خشک سالی کی آزمائش پیش آتی تو امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ خداوندی جلّ وعلا میں بطور وسیلہ پیش کر کے عرض کیا کرتے:۔

حدیث ۲

اَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ

اے اللہ بیشک ہم تیری بارگاہ میں اپنے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بطور وسیلہ

بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْقِنَا قَالَ فَیُسْقَوْنَ (بخاری ج۱ ص۱۳۷)

پیش کرتے تھے تو اے اللہ تو ہمیں بارش عطا فرماتا۔ اور بیشک اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کو بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں پس ہمیں بارش عطا فرما۔ تو ان پر بارش برسائی جاتی۔"

شرکِ اصغر

ریاکاری جسے اسلام میں شرکِ عملی، شرکِ خفی اور شرکِ اصغر سے تعبیر کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ بہت بڑا جرم اور خداوند کریم جلّ وعلا کے قہر وغضب کا باعث ہے۔ اور اس سے عبادت چاہے مالی ہو یا بدنی، بے کار و مردود ہو جاتی ہے اور ایسے ریاکار عابد کے لئے ہلاکت و تباہی کا سبب ہو کر رہ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

آیت ۱

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ ۝ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ (سورۃ الماعون پ۳۰)

تو اُن نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔"

آیت ۲

وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (النساء آیت ۳۸)

اور وہ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچ کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت پر۔"

پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

حدیث ۱

عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ صَامَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ۔ (رواہ احمد) (مشکوٰۃ ص۴۵۵)

حضرت شداد بن اوس سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو دکھلاوے کے لئے نماز پڑھے اُس نے شرک کیا اور جو دکھلاوے کے لئے روزہ رکھے اُس نے شرک کیا اور جو دکھلاوے کے لئے صدقہ دے اُس نے شرک کیا۔"

حدیث ۲

وَعَنْہُ اَنَّہٗ بَکٰی فَقِیْلَ لَہٗ مَا یُبْکِیْکَ قَالَ شَیْءٌ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فَذَکَرْتُہٗ فَاَبْکَانِیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَتَخَوَّفُ عَلٰی اُمَّتِی الشِّرْکَ وَالشَّھْوَۃَ الْخَفِیَّۃَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُشْرِکُ اُمَّتُکَ مِنْ بَعْدِکَ قَالَ نَعَمْ اَمَا اِنَّھُمْ لَا یَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَّلَا قَمَرًا وَّلَا حَجَرًا وَّلَا وَثَنًا

انہی سے روایت ہے کہ وہ روئے۔ اُن سے کہا گیا کہ آپ کو کیا چیز رُلاتی ہے فرمایا وہ بات جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنی وہ مجھے یاد آگئی اُس نے مجھے رُلادیا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ میں اپنی اُمت پر شرک اور خفیہ شہوت کا خوف کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کی اُمت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ فرمایا ہاں۔ خیال رہے کہ وہ لوگ نہ سورج کو پوجیں گے نہ چاند کو نہ پتھر کو نہ بُت کو

وَلٰکِنْ یُّرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِھِمْ وَ الشَّھْوَۃُ الْخَفِیَّۃُ اَنْ یُّصْبِحَ اَحَدُھُمْ صَائِمًا فَتَعْرِضُ لَهٗ شَھْوَۃٌ مِّنْ شَھْوَاتِهٖ فَیَتْرُكُ صَوْمَهٗ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۵۶)

لیکن ریاکاری کریں گے۔ اور خفیہ شہوت یہ ہے کہ اُن میں سے ایک روزہ رکھے گا پھر اس کے سامنے اس کی خواہشات میں سے کوئی خواہش آجائے گی تو وہ اپنا روزہ چھوڑ دے گا"۔

حدیث ۳

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ؟ قَالَ اَلرِّیَاءُ۔ (رواہ احمد) مشکوٰۃ۔

حضرت محمود ابن لبید سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں سے میں تم پر خوف کرتا ہوں اُن سب میں زیادہ خوفناک چیز چھوٹا شرک ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ چھوٹا شرک کیا ہے؟ فرمایا ریاکاری"۔

اس حدیث پاک میں ریاکاری کے عمل کو شرکِ اصغر تو فرمایا گیا مگر اُس کے مرتکب کو مشرک نہیں کہا گیا۔ بلکہ سیّدِ کائنات علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا:۔

اِنِّیْ لَسْتُ اَخْشٰی اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا اَنْ تَتَنَافَسُوْا فِیْهَا وَ تَقْتَتِلُوْا فَتَهْلِکُوْا کَمَا هَلَكَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ۔ (مسلم شریف ص۲۵۰ ج۲ مشکوٰۃ شریف ص۵۴۷)

مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، البتہ مجھے خوف ہے کہ تم دنیا میں دلچسپی لو گے اور مرنے مارنے پر تُل جاؤ گے۔ تو تم ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے ہلاک ہو گئے"۔

اس حدیث اور مذکورہ بالا حدیث کہ "یہ لوگ چاند، سُورج یا کسی پتھر اور بُت کی عبادت نہیں کریں گے بلکہ اپنے اعمال کی نمائش کریں گے" سے پتہ چلا کہ محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی نگاہِ نبوّت سے قیامت تک کے حالات و واقعات دیکھ رہے تھے کہ مسلمان ریاکاری جیسے شرکیہ عمل کی وبا میں تو مُبتلا ہوں گے مگر بُت پرستی وغیرہ کر کے مشرک نہیں بنیں گے۔ لہٰذا واضح ہوا کہ مسلمان اعمال کی نمائش جیسی بد عملی سے مسلمان ہی رہتا ہے مشرک نہیں ہو جاتا۔

ورنہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں دیوبندی وہابی مکتبِ فکر کے ایسے لوگ موجود ہیں جو ریاکاری کے مرض کے مریض ہیں مگر توحید کے ٹھیکیدار انہیں مشرک نہیں کہتے۔ اس شترِ بے مہار قوم کے نزدیک ہر وُہ بیچارہ مسلمان مشرک قرار پاتا ہے جو رسُولِ کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو بعطائے الٰہی مختارِ کُل، حاضر و ناظر اور نبیٔ غیب دان (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تسلیم کرتا ہے یا وُہ جو خداوند کریم کے برگزیدہ و محبوب بندوں کو اُس کی بارگاہِ اقدس میں سفارشی لاتا اور اُن کا وسیلہ اختیار کرتا ہو۔ ایسے مسلمانوں کو مشرک و کافر اور بدعتی قرار دینا تو اس مِلّت کے جیالوں کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ حتّٰی کہ ان لوگوں کے پیشوا و امام مولوی اسماعیل دہلوی نے تو اپنی رسوائے زمانہ کتاب نام نہاد "تقویۃ الایمان" میں یہاں تک لکھ مارا: "سو ابوجہل اور وُہ شرک میں برابر ہیں"۔

پیارے مسلمان بھائیو! امام الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تو اُمّت کے مشرک ہو جانے کا خطرہ محسوس نہ فرمائیں مگر یہ قوم جو شرک و بدعت کے فتووں کی بدمستی میں ایسی بد حواس ہو چکی ہے کہ ہر وقت اس قوم پر مسلمانوں کو مشرک و بدعتی کہنے

کا بھوت سوار رہتا ہے اور فکرِ توحید دامنگیر رہتی ہے؛ تقریر و تحریر وغیرہ میں
ایسا کوئی موقع ہاتھوں سے نہیں جانے دیتی جس میں مسلمانوں کو مشرک، کافر
اور بدعتی نہ بنالے۔

مدد کرنا، مدد کے لئے پکارنا

اللہ تعالیٰ مُستعانِ حقیقی ہے یعنی حقیقی و ذاتی طور پر لائقِ استعانت اور مددگار
ہے۔ اور اس نے اپنے فضل اور مہربانی سے اپنے پیارے بندوں انبیاء کرام
علیہم السّلام اور اولیائے کرام علیہم الرضوان کو بھی مدد کرنے اور امداد کو پہنچنے کی
طاقت اور قدرت عطا فرمائی ہے۔ اس روزمرہ زندگی میں ایک کا دوسرے کی
مدد کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے مدد کر سکتے ہیں اور مشکل
وقت میں اگر کوئی فریاد کرے امداد کے لئے پکارے تو اس کی فریاد رسی فرما سکتے ہیں
بالکل درست، قرآن و حدیث سے محقق و عملِ سلف و خلف سے ثابت اور
منکرین کی کتابوں کے حوالوں سے مُصدّق و مُؤیّد ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا
ارشادِ گرامی ہے:-

آیت ۱ — وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ الآیۃ

"نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔"

(المائدہ۔۲)

اس آیتِ مبارکہ میں نیکی و پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا
حکم فرمایا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلا کہ مخلوقِ خدا ایک دوسرے کی مدد کر سکتی ہے
اور ایک شخص دوسرے سے مدد مانگ سکتا ہے۔ اس میں شرک وغیرہ کی کوئی

[illegible] ہیں؛ ورنہ اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم نہ فرماتا۔ اور مدد کرنے کا حکم
[illegible] ارواح میں انبیائے کرام علیہم السّلام کو بھی فرمایا گیا۔ جیسا کہ قرآن مجید
[illegible] فرمایا گیا:-

آیت ۲ — لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ الآیۃ

"تو ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔"

(آلِ عمران۔۸۱)

وہ نفوسِ قدسیہ جن کی بعثت کا مقصد ہی اپنے اپنے منصبِ نبوت و
رسالت کے مطابق پیغامِ توحید پہنچانا، احکامِ شرعیہ کی تبلیغ اور شرک کو مٹانا تھا
ان سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مدد کرنے کا تاکیدی
عہد لیتے ہوئے مدد کرنے کا حکم فرمایا۔ جس سے واضح ہوا کہ محبوبانِ خدا کا مدد
فرمانا حکمِ خداوندی اور منشاءِ الٰہی کے عین مطابق ہے:-

آیت ۳ — قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۚ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ الآیۃ

"عیسیٰ ابنِ مریم (علیہ السّلام) نے حواریوں سے فرمایا کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں؟ حواری بولے ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں۔"

(الصف۔۱۴)

آیت ۴ — قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝ (النمل۔۳۸)

"سلیمان (علیہ السّلام) نے فرمایا اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔"

آیت ۵ — قَالَ مَا مَكَّنِّيْ

"کہا وہ جس پر مجھے میرے رب نے

فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ الآیہ (الکہف۔۹۵)

قابو دیا ہے بہتر ہے تو میری مدد طاقت سے کرو۔"

آیت ۳ میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا اپنے حواریوں سے مدد مانگنے کا ذکر ہوا۔ آیت ۴ میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کا بلقیس کا تخت منگوانے کے لئے مدد مانگنا ثابت ہوا۔ اور آیت ۵ میں حضرت سکندر ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے آگے دیوار بناتے وقت صاف طور پر فَأَعِينُونِي فرما کر لوگوں سے مدد طلب فرمائی۔ جس سے پتہ چلا کہ اللہ کے بندوں کا بندوں سے مدد مانگنا شرک نہیں بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام اور دیگر محبوبانِ خدا کی سُنّت ہے۔

حدیث ۱

عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِي سَلْ فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ أَوَغَيْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ شریف ص ۸۴)

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں بارگاہِ رسالتمآب علیہ السّلام میں رات گزارا کرتا تھا۔ میں نے آپ کی خدمت میں وضو کا پانی اور دیگر ضرورت کی چیزیں پیش کیں تو آپ نے فرمایا مانگ۔ میں نے عرض کیا میں آپ سے جنّت میں جناب کی رفاقت مانگتا ہوں۔ فرمایا اور کچھ؟ میں نے عرض کیا بس یہی۔ فرمایا تو میری امداد کر اپنے نفس پر زیادہ سجدوں سے۔" ؎

"تجھ کو تجھی سے مانگ کر مانگ لی ساری کائنات"

حدیث ۲

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:۔

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاتَ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا فَقَامَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ فَسَمِعَتْهُ يَقُولُ فِي مُتَوَضَّئِهِ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ثَلَاثًا نُصِرْتَ نُصِرْتَ ثَلَاثًا فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُكَ تَقُولُ فِي مُتَوَضَّئِكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ثَلَاثًا نُصِرْتَ نُصِرْتَ ثَلَاثًا كَأَنَّكَ تُكَلِّمُ إِنْسَانًا فَهَلْ كَانَ مَعَكَ أَحَدٌ؟ فَقَالَ هٰذَا رَاجِزُ بَنِي كَعْبٍ يَسْتَصْرِخُنِي الخ ؏

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (اپنی زوجہ مکرمہ میمونہ رضی اللہ عنہا) اُن کے ہاں اُن کی باری کی رات تشریف فرما ہوئے تو آپ علیہ السّلام نماز کے لئے وضو فرمانے اُٹھے تو میں نے سنا کہ آپ اپنے وضو فرمانے کی جگہ فرماتے ہیں لبّیک لبّیک تین بار۔ نصرت نصرت تین بار یعنی میں تیرے پاس پہنچا میں تیرے پاس پہنچا، تُو مدد دیا گیا تُو مدد دیا گیا۔ تو جب آپ باہر تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے سُنا کہ آپ اپنے وضو کے مقام پر فرما رہے تھے لبّیک لبّیک تین بار نُصرتَ نُصرتَ تین بار۔ گویا آپ کسی انسان سے کلام فرما رہے تھے۔ کیا آپ کے پاس کوئی تھا؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ راجز بنی کعب مجھ سے فریاد کرتا ہے۔"

حدیث ۳

عتبہ بن غزوان نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:۔

؏ طبرانی کبیر ج ۲۳ ص ۳۵۲۔ طبرانی صغیر ج ۲ ص ۳۷-۳۶۔ المجمع ج ۶ ص ۱۶۳۔ اصابہ ج ۴ ص ۲۹۷۔ کتاب الاستیعاب ج ۲ ص ۴۲۶۔ شرح الزرقانی علی المواہب ج ۲ ص ۲۹۵)

قَالَ اِذَا اَضَلَّ اَحَدُكُمْ شَيْئًا اَوْ اَرَادَ عَوْنًا وَهُوَ بِاَرْضٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْسٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ فَاِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا نَرَاهُمْ۔

کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا مدد کا ارادہ کرے اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اُسے چاہیے کہ کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ تحقیق اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھتے"۔

حدیث ۴

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محافظ فرشتوں کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے اور فرشتوں کو مقرر فرمایا ہوا ہے جو درخت کا پتہ بھی گرے لکھتے ہیں۔ تو جب تمہیں کسی جنگل میں کوئی تکلیف پہنچے تو پکارنا چاہیے اللہ کے بندو! میری مدد کرو اللہ تعالےٰ تم پر رحم فرمائے"۔

قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً فَضْلًا سِوَى الْحَفَظَةِ يَكْتُبُوْنَ مَا سَقَطَ مِنْ وَّرَقِ الشَّجَرِ فَاِذَا اَصَابَتْ اَحَدَكُمْ عُرْجَةٌ فِيْ سَفَرٍ فَلْيُنَادِ اَعِيْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ۔

حدیث ۵

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنگل میں تم میں سے کسی کا جانور چھوٹ جائے تو

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ

اَحَدِكُمْ بِاَرْضِ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اِحْبِسُوْا عَلَيَّ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اِحْبِسُوْا عَلَيَّ، فَاِنَّ لِلّٰهِ فِي الْاَرْضِ حَاضِرًا سَيَحْبِسُهٗ عَلَيْكُمْ۔ [ه]

پکارے اے اللہ کے بندو اُسے روک دو۔ اے اللہ کے بندو اسے روک دو۔ تحقیق اللہ کے بندے زمین میں موجود ہوتے ہیں تم پر روک دیں گے"۔

اُمّتِ مسلمہ کے اکابر محدثین کرام و علمائے عظام علیہم الرحمۃ والرضوان نے ان احادیث مبارکہ کو تین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل فرمایا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی حدیث کے تحت امام حافظ نورالدین علی بن ابی بکر ھیثمی لکھتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں [ه۲]

امام مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :۔

قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ الثِّقَاتِ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ يَحْتَاجُ اِلَيْهِ الْمُسَافِرُوْنَ۔ (الحرز الثمین)

کہ بعض علماء ثقات نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے، مسافروں کو اس کی بہت حاجت ہے"۔

امام موصوف اس امر کے مجرّب ہونے کے بارے لکھتے ہیں :۔

وَرُوِيَ عَنِ الْمَشَائِخِ اَنَّهٗ مُجَرَّبٌ مُّحَقَّقٌ۔ (حوالہ مذکور)

اور مشائخ کرام سے مروی ہے کہ یہ مجرّب ہے اس سے حاجت روا ہوتی ہے"۔

ه حدیث ۳، ۴، ۵ مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ فرمادیں :۔ مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۰ ص۳۹۰، طبرانی کبیر ج۱۰ ص۲۱۷، مسند ابی یعلیٰ ج۵ ص۱۲۳، الاذکار النوویہ ص۳۶۲، عمل الیوم واللیل لابن السنی ص۱۶۷، حصن حصین ص۱۰۲، کشف الاستار عن زوائد البزار ج۴ ص۳۴، تحفۃ الذاکرین ص۱۹۰، الحرز الثمین ملا علی قاری۔ برکات الامداد لاہل الاستمداد ص۱۳ (رسائل شامی برطانیہ م)

چنانچہ علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے "اذکار" میں اس کے مجرّب ہونے پر ایک واقعہ بھی نقل فرمایا۔ اور غیر مقلدین کے سرکردہ عالم شوکانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو ذکر کرکے جہاں اس کی ثقاہت کا اعلان کیا ساتھ ہی ساتھ اپنے عقیدہ کو یوں بیان کیا:۔

وَفِی الْحَدِیْثِ دَلِیْلٌ عَلٰی جَوَازِ الْاِسْتِعَانَۃِ بِمَنْ لَّا یَرَاھُمُ الْاِنْسَانُ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ وَصَالِحِی الْجِنِّ وَلَیْسَ فِیْ ذٰلِکَ بَأْسٌ کَمَا یَجُوْزُ لِلْاِنْسَانِ اَنْ یَّسْتَعِیْنَ بِبَنِیْ اٰدَمَ اِذَا عَثَرَتْ دَابَّتُہٗ اَوِ انْفَلَتَتْ (تحفۃ الذاکرین ص ۱۵۵)

اور حدیث میں دلیل ہے استعانت کے جائز ہونے پر اُن سے جن کو اللہ کے بندوں، ملائکہ اور صالح جنوں سے انسان نہ دیکھتا ہو۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ انسان کو جائز ہے کہ بنی آدم سے مدد طلب کرے جب اُس کا جانور دوڑ جائے یا بے قابو ہو جائے"۔

دیوبندی مکتبِ فکر کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنا یوں اظہارِ خیال کیا۔ "اور بعض روایات میں جو آیا ہے اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ یعنی اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، تو وہ فی الواقع کسی میّت سے استعانت نہیں ہے بلکہ عباد اللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں اُن سے طلبِ اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۲)

(فائدہ) صحرا میں اللہ تعالیٰ کے جو بندے موجود ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ معاذ اللہ خدا نہیں بلکہ مخلوقِ خدا ہیں، غیر اللہ ہیں۔ اُن کی ڈیوٹی مخلوقِ خدا کی مدد کرنا ہے اور وہ مدد طلب کرنے پر اعانت فرماتے ہیں۔ لہٰذا شوکانی و گنگوہی کی مذکورہ

(بقیہ از صفحہ گزشتہ) مقیاس حنفیت ص ۴۸۸؛ جاء الحق ج ۱ ص ۱۹۸؛

۵۷ مجمع الزوائد ج ۱۰، ص ۱۳۲۔

عبارات سے ظاہر ہوا کہ اہلسنّت کا عقیدہ (الحمدللہ) برحق ہے جو یہ کہتے ہیں کہ محبوبانِ خدا بعطائے الٰہی امداد کر سکتے ہیں۔ اور نام نہاد تقویۃ الایمان اور اُس کے پیروکاروں کا عقیدہ باطل و مردود ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کسی سے مدد نہیں مانگنی چاہیئے۔ کوئی پیر، شہید، امام اور نبی مدد نہیں کر سکتا کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ معاذ اللہ۔

وصال شریف کے بعد استعانت

مولوی صدیق حسن بھوپالی نے بارگاہِ رسالت علیہ السلام میں یوں استغاثہ کیا:۔

یَا سَیِّدِیْ یَا عُرْوَتِیْ وَوَسِیْلَتِیْ
یَا عُدَّتِیْ فِیْ شِدَّۃٍ وَّرَخَاءِ
قَدْ جِئْتُ بَابَکَ ضَارِعًا مُتَضَرِّعًا
مُتَأَوِّھًا بِتَنَفُّسِ الصُّعَدَاءِ
مَالِیْ وَرَاءَکَ مُسْتَغَاثٌ فَارْحَمَنْ
یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ بُکَائِیْ
(حاشیہ ہدیۃ المہدی ص ۲۰)

"اے میرے آقا! میرے سہارے، میرے وسیلے۔ سختی اور نرمی میں میرے کام آنے والے۔ میں آپ کے دروازے پر حاضر ہوا ہوں اس حال میں کہ میں ذلیل ہوں گڑگڑا رہا ہوں غمزدہ ہوں اور میری سانس پھولی ہوئی ہے۔ آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے جس سے مدد مانگی جائے۔ اے رحمۃ للعالمین! میری آہ و بکا پر ضرور رحم فرمائیے"۔

ان دلائل سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ محبوبانِ خدا بعطاءِ الٰہی اپنی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں بھی امداد کر سکتے ہیں اور دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی۔ اُن سے مدد طلب کرنا، انہیں امداد کے لئے پکارنا جائز اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اس جائز امر کو شرک تصور کرنا انتہائی بدعقیدگی و

بدبختی کی دلیل اور قرآن وحدیث کے واضح اور صریح دلائل کا انکار ہے۔ اور
اُمت مسلمہ کے وُہ جلیل القدر علماء ومحدثین جنہوں نے طلبِ مدد کے بارے
روایات نقل کیں اور اس امر کو جائز قرار دیا، کو خواہ مخواہ مشرک بنانے کے
مترادف ہے۔

اختیارات وتصرّفات

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حقیقی وذاتی طور پر حاکم، مالک اور مختار ہے۔ اور
اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے حکومت، مُلک اور کسی چیز پر ملکیّت واختیار
عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے :۔

آیت ۱

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (آل عمران ۲۶)

"یوں عرض کر اے اللہ مُلک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔ اور جسے چاہے عزّت دے اور جسے چاہے ذلّت دے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بیشک تُو سب کچھ کر سکتا ہے۔"

معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ مُلک اور حکومتیں عطا فرماتا ہے۔ اور یہ ظاہر بات
ہے کہ جو مالک وحاکم ہوتا ہے وُہ با اختیار ہوتا ہے۔ اور جتنی جس کی حکومت بڑی
ہوگی اُسی قدر اُس کے اختیارات بھی وسیع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ اقدس پر لولاک کا تاج سجا کر آپ کو زمینوں
آسمانوں کا حاکم وشہنشاہ بنایا ہے۔ اور آپ کو حاکم نہ ماننے والوں کے مومن نہ
ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے :۔

آیت ۲

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (النساء ۶۵)

"تو اے محبوب (صلے اللہ علیہ وسلم) تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں اور پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں۔ اور جی سے مان لیں۔"

سیّدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم اور نائب اکبر ہیں
لہٰذا خداوند تعالیٰ نے آپ کو ایسے تصرّفات واختیارات سے سرفراز فرمایا ہے کہ آپ
اُس خداداد طاقت واختیارات سے مشکلکشائی بھی فرماتے ہیں اور حاجت روائی
بھی؛ اور جتنا جسے چاہیں عطا فرما کر غنی بھی فرما دیتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں ہے:۔

آیت ۳

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (التوبہ ۷۴)

"اور انہیں کیا بُرا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔"

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے ساتھ اپنے محبوب کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام
کے غنی فرمانے کا ذکر فرمایا ہے۔ فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر غنی ومالدار کرتا
ہے اور رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کائنات کی اُن تمام نعمتوں سے غنی فرماتے ہیں
جو خالق کائنات جلّ شانہٗ نے آپ کے دامنِ رحمت میں رکھی ہوئی ہیں۔ چنانچہ
ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

آیت ۴

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ (الکوثر ۱)

"اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)، بیشک ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا کیں۔"

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے تفسیر کبیر میں ارشاد فرمایا :۔

اَلْمُرَادُ مِنَ الْكَوْثَرِ جَمِيْعُ نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الْمَنْقُوْلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِاَنَّ لَفْظَ الْكَوْثَرِ يَتَنَاوَلُ النِّعَمَ الْكَثِيْرَةَ الخ (تفسیر کبیر پ ۳۰)

"الکوثر" سے مراد وہ تمام نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی ہیں۔ یہی معنی مفسر القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کیونکہ لفظ کوثر بہت سی نعمتوں کو شامل ہے"۔

آیت ۵ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ ۙ (پ التوبہ ۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے اُن کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے۔ وہ دے گا ہم کو اپنے فضل سے اور اُس کا رسول

پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ بھی دیتا ہے اور اُس کی عطا و فضل سے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی عطا فرماتے ہیں۔ اور عطا کیوں نہ فرمائیں گے جب کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو زمین کی ملکیت اور ہر شئے کی چابیاں عنایت فرما کر قاسم و خازن ہونے کا شرف و مقام عطا فرمایا ہے :-

حدیث ۱ وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۲۵۲ مسلم شریف ج ۲ ص ۹۴)

اور جان لو کہ زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے"۔

حدیث ۲ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ وَاللّٰهُ

میں تقسیم کرنے والا اور خازن (یعنی جمع فرمانے والا) ہوں اور اللہ تعالےٰ

عطا فرماتا ہے"۔

حدیث ۳ وَاِنِّيْ قَدْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ[۱]۔

تحقیق میں تمام زمین کی یا زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں عطا کیا گیا ہوں"۔

حدیث ۴ اُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحَ كُلِّ شَيْءٍ[۳]۔

یعنی مجھے ہر چیز کی چابیاں عطا کی گئی ہیں"۔

حدیث ۵ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهَبِ[۴]

اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں"۔

حدیث ۶ اُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْيَضَ[۵]

مجھے دو خزانے عطا فرمائے گئے ایک سُرخ اور ایک سفید"۔

ان احادیث سے ظاہر ہوا کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خزانے بھی عطا فرمائے گئے ہیں اور چابیاں بھی۔ نیز رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قاسم کے منصب پر بھی مامور فرمایا گیا ہے۔ اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ جس کو خزانے بھی دیئے گئے ہوں اور اُن خزانوں کی چابیاں بھی دی گئی ہوں کیا اس کو اُن تالوں کے کھولنے کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ اور جب تک خزانوں کے تالے نہ کھلیں گے آپ قاسم یعنی تقسیم فرمانے والے کس طرح ہوں گے؟ لہٰذا آپ کے تقسیم فرمانے سے پہلے آپ کے لئے خزانوں اور چابیوں اور اُن چابیوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے خزانوں کو کھولنے کا اختیار ماننا ضروری ہے ؛

[۱] بخاری شریف ج ۲ ص ۱۹۰، مسلم شریف ج ۲ ص ۲۰۶، مشکوٰۃ شریف ص ۳۲،
[۲] بخاری شریف ج ۲ ص ۹۷۵، مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۰ [۳] المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۲۸۶، خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۹۵، [۴] مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۱، [۵] ص ۵۱۲۔

آپ قاسم قرار نہیں پا سکیں گے۔ اور جب آپ کو قاسم تسلیم کریں گے تو لامحالہ مالک و مختار بھی ماننا پڑے گا۔ اور پھر محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم جس طرح باقی امور میں مختار ہیں اسی طرح آپ احکامِ شرعیہ میں بھی با اختیار ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالےٰ ہے :۔

آیت ۶

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ الآية۔ (الاعراف ۱۵۷)

اور ستھری چیزیں اُن کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا۔"

کسی چیز کو کسی کے لئے حلال یا حرام قرار دیں اور جس کے لئے جو چاہیں فرمائیں آپ احکام کے مالک ہیں۔ چنانچہ ارشادِ نبوی علیہ السلام ہے :۔

حدیث ۷

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا فَقَالَ رَجُلٌ اَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلٰثًا فَقَالَ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ۔ الخ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۵)

جناب ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تو فرمایا اے لوگو! تحقیق تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کیا کرو۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر سال؟ تو آپ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ اُس آدمی نے تین بار عرض کیا۔ آپ نے فرمایا "اگر ہم ہاں فرما دیتے تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا۔"

یعنی اگر آپ "ہاں" فرما دیتے تو پھر وُہی اللہ تعالیٰ کا قانون بن جاتا ـــ اور ملاحظہ فرمائیں :۔

حدیث ۸

اَنَّهٗ اَتَى النَّبِيَّ

ایک صاحب بارگاہِ رسالت علیہ السلام

[illegible] عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ [illegible] اِلَّا صَلٰوتَيْنِ۔ [illegible] ذٰلِكَ مِنْهُ۔ (مسند امام احمد [illegible]۔ انوار المحمود علی سنن ابی داؤد ج۱ ص۱۸۵)

میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر ایمان لائے کہ میں صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا۔ آپ نے اس سے اس شرط کو قبول فرمالیا۔"

[illegible] کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ کسی کو یہ کوئی [illegible] کہ ان کی تعداد کم کرے اور کہے پانچ نہیں کم فرض ہیں یا پانچ [illegible] کی ادائیگی کی شرط پر کسی غیر مسلم کو مسلمان کرے۔ مگر سیّدِ کائنات علیہ [illegible]لام کو اس امر کا بھی اختیار حاصل ہے کہ کسی کے لئے فرائض میں جتنی چاہیں تخفیف فرما دیں۔

حدیث ۹

حضور صلّے اللہ علیہ وسلم نے اُمِّ عطیّہ کو ایک بار نوحہ کرنے کی اجازت دی۔ حالانکہ نوحہ یعنی مُردے کو پیٹنا حرام [illegible] چنانچہ ملاحظہ ہو۔ المعجم الکبیر ج۲۵ ص۴۹۔ ابن ابی شیبہ ج۳ ص۳۸۹۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا:۔

حدیث ۱۰

كَيْفَ بِكَ اِذَا لَبِسْتَ سِوَارَيْ [illegible]۔ (دلائل النبوۃ بیہقی)

وہ وقت تیرا کیسا ہوگا جب تجھے کسریٰ (بادشاہِ ایران) کے کنگن پہنائے جائیں گے۔"

چنانچہ دَورِ فاروقی میں جب ایران فتح ہوا تو وُہ کنگن بارگاہِ فاروقی [illegible] پیش کئے گئے اور امیر المومنین جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سراقہ کو پہنا دیئے۔

شریعتِ محمّدیہ (علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام) میں مرد کو سونا پہننا حرام ہے [illegible] حضرت سراقہ کے لئے وُہ سونے کے کنگن حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جائز فرما دیئے اور یہی آپ کی شانِ اختیارات ہے کہ شریعت کے احکام میں جو چاہیں

وہ کریں۔ مگر اور کسی مرد کے لئے سونا پہننا جائز نہیں۔

اختیاراتِ حضرت عیسٰی علیہ السلام

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ (آل عمران۔۴۹)

بے شک میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اُس میں پھونک مارتا ہوں تو وُہ پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور مَیں مُردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے“۔

حضرت وہب کا قول ہے کہ اکثر حضرت عیسٰی علیہ السلام کے پاس ایک ایک دن میں پچاس پچاس ہزار مریضوں کا اجتماع ہو جاتا تھا۔ اُن میں سے جو چل سکتا تھا وُہ حاضرِ خدمت ہوتا تھا اور جسے چلنے کی طاقت نہ ہوتی اُس کے پاس خود تشریف لے جاتے اور دُعا فرما کر اُس کو تندرُست کرتے اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی شرط کر لیتے۔ (دُرِّ منثور)۔(آل عمران[۳۲])

اختیاراتِ سیّدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہٗ

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ۔ (مشکوٰۃ ص۵۶۴، ترمذی ج۲ ص۲۱۴)

عمران بن حصین سے مروی ہے بے شک نبی مکرّم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی (رضی اللہ عنہٗ) مجھ سے ہیں اور مَیں اُن سے ہوں۔ اور وُہ ہر مومن کے ولی ہیں“۔

لمعات میں لفظ ”ولی“ کی شرح میں ہے:۔

”اَیْ حَبِیْبُهٗ وَنَاصِرُهٗ“ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر مومن کے دوست اور مددگار ہیں“۔

مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہٗ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہٗ سے روایت ہے:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ۔[۱]

بیشک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں تو اُس کے علی مولیٰ ہیں“۔

علامہ ابن اثیر نے مولیٰ کے جو متعدّد معانی ذکر فرمائے اُن میں ”مالک، سردار، انعام کرنے والا، آزاد کرنے والا“ اور مددگار“ بھی ذکر فرمائے۔ اب یہ تمام معانی صاحبِ اختیار ہونے پر دلالت کرتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ جناب علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالٰی نے مشکل کشائی و حاجت روائی فرمانے جیسے اختیارات سے نوازا ہے۔ ان دلائلِ قاہرہ سے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور جنابِ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے با اختیار ہونے کا پتہ چلا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رسوائے زمانہ کتاب نام نہاد ”تقویۃ الایمان“ میں یہ نظریہ ”اور جس کا نام محمّد یا علی ہے وُہ کسی چیز کا مختار نہیں[۲]“۔ بالکل قرآن وحدیث کے خلاف اور منافی ہے۔ غور کیجیے مُلّاں اپنی مسجد، مدرسہ اور گھر وغیرہ کے ماحول میں با اختیار ہے۔ حکمران اپنے اپنے عہدوں کے مطابق با اختیار ہوتے ہیں۔ مولوی نہ ہی اپنے سے اختیارات کی نفی کرتا ہے اور نہ حکمرانوں سے۔ اس ظالم کی ناپاک زبان و قلم حرکت میں آتے ہیں تو محبوبانِ خدا کے خلاف۔ کیا ایک لاکھ کئی ہزار صحابہ کو بغیر اختیار ہی کے محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شرفِ صحابیّت سے سرفراز فرما دیا تھا۔ منکر کو اُس کے بقول جو دولتِ ایمان نصیب ہوئی اُسے یہ بھی مدینے والے آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا احسان (بے اختیار؟) نہ رہا۔ دیکھئے ان لوگوں کو کس قدر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور جنابِ شیرِ خدا

[۱] مشکوٰۃ ص۵۶۴؛ ترمذی ج۲ ص۲۱۳؛ نہایہ ابن اثیر ج۵ ص۲۲۸؛ [۲] تقویۃ الایمان ص۸۴

رضی اللہ عنہ کے ساتھ عداوت اور دشمنی ہے۔ محبوبِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی عداوت کی بنیاد تو اس امر پر ہے کہ آپ نے اس خارجی گروہ کی نشانیاں بیان فرمائیں اور ان کے فتنوں سے اُمّت کو خبردار و مطلع فرمایا۔

اور جناب شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمن اس لئے ہیں کہ آپ نے خارجی فتنہ پردازوں کو قتل کیا اور ان کی سرکوبی فرمائی۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ :-

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا جو بنی تمیم سے تھا۔ بولا یا رسول اللہ انصاف کیجئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں انصاف نہ کروں تو کون کرے گا۔ اگر میں انصاف نہ کروں تو تُو خائب و خاسر ہو جائے۔ تو جناب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن مار دوں۔ فرمایا اِسے چھوڑ دو کیونکہ اس کے کچھ ساتھی ہوں گے کہ تم میں سے ہر ایک اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اور اپنے روزے اُن کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر جانے گا۔ وُہ لوگ قرآن پڑھیں گے قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اُترے گا۔ دین سے ایسے نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ اس کی نوک اُس کے پَر اس کی قدح یعنی لکڑی۔ اس کی نوک کے نیچے کو دیکھو تو اس میں کچھ نہیں پایا جاتا ہے حالانکہ وُہ گوبر اور خون میں سے گزرا ہے۔ ان کی نشانی ایک کالا آدمی ہوگا جس کے بازوؤں میں سے ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا گوشت کی بوٹی کی طرح جو ہلتا ہو۔ یہ لوگوں کے بہترین فرقے کے خلاف خروج کریں گے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنی اور میں گواہی دیتا ہوں

کہ جناب علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے جہاد کیا میں آپ کے [illegible] تھا تو آپ نے اس شخص کے متعلق حکم دیا۔ وُہ ڈھونڈا گیا، اُسے لایا گیا حتیٰ کہ میں نے اُسے نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی علامت پر دیکھا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص آیا دھنسی ہوئی آنکھیں، اُبھری پیشانی، گھنی داڑھی، اُونچے رخسارے والا، سر منڈا ہوا۔ وُہ بولا اے محمّد (صلّے اللہ علیہ وسلّم) اللہ سے ڈرو۔ تو فرمایا کہ اگر میں اُس کی نافرمانی کروں تو اللہ کی اطاعت کون کرے گا۔ مجھے اللہ تعالےٰ زمین والوں پر امین بنائے اور تم مجھے امین نہ جانو۔ ایک شخص نے اس کے قتل کی اجازت مانگی حضور نے منع فرمایا کہ اس کی نُسل سے ایک قوم ہوگی جو قرآن پڑھے گی، قرآن اُن کے گلے سے نہ اُترے گا۔ وُہ اسلام سے اَیسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ وُہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بُت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں انہیں پاؤں تو قومِ عاد کی طرح قتل کر دوں[1]۔

اور نشانیاں

گُستاخِ رسُول کی مسلم شریف میں ایک نشانی یہ بیان ہوئی کہ وُہ مشمّر الازار تھا یعنی اس نے تہہ بند کھینچ کر باندھا ہوا تھا۔ ان خارجیوں کی ایک علامت یہ بھی بیان فرمائی گئی سِیمَاھُمُ التَّحَالُقُ یعنی اُن کے سر مُنڈے ہوں گے۔ مذکور گستاخ کا بھی سر منڈا ہوا تھا[2]۔

اب بھی خارجیوں کی علامت عموماً داڑھی لمبی، سر منڈا ہوا، پیشانی پر سجدہ کے داغ پائجامے، شلواریں اور تہہ بند کافی اونچے ہوتے ہیں۔ خارجیوں کی بڑی تعداد شمشیرِ حیدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واصلِ جہنم ہو گئی۔ اور جو بچ گئے وہ آج تک اُمّتِ مسلمہ کے لئے باعثِ فتنہ اور وبالِ جان بنے ہوئے ہیں۔

---

[1] بخاری شریف ج۲ ص۱۰۲۴ ـ مسلم شریف ج۱ ص۳۴۱ ـ مشکوٰۃ شریف ص۵۳۴ ـ
[2] مسلم شریف ج۱ ص۳۴۱-۳۴۲ ـ

اور پڑھیئے

یہی وہ لوگ ہیں جو حادثۂ کربلا میں قصوروار امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو قرار دیتے ہیں؛ یزید کو بری، خلیفۂ برحق اور امیر المومنین تصور کرتے ہوئے رحمۃ اللہ علیہ اور رضی اللہ عنہ جیسے دعائیہ کلمات سے نوازتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہمیشہ اس قوم نے مسلمانوں کو ہی قتل کیا، مال لوٹے اور امّتِ مسلمہ کی پاک دامنوں کی عصمتوں کو داغدار کیا۔ ان کی توپوں کے رخ ہمیشہ مشرکوں، یہودیوں اور نصرانیوں کی بجائے اہلِ اسلام کی طرف رہے۔ بُت شکنی کی بجائے مزاراتِ اولیاء کو گرانا اور قرآن مجید میں کفّار کے بارے نازل ہونے والی آیات کو انبیائے کرام علیہم السلام و اولیائے عظام علیہم الرضوان پر چسپاں کرنا ان کا دین و ایمان رہا۔

چنانچہ اس قوم کے بارے حدیث میں ہے :۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ وَقَالَ اِنَّهُمْ انْطَلَقُوْا اِلٰى اٰيَاتٍ نَزَلَتْ فِى الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (بخاری ج۲ ۔ ص۱۰۲۴)

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہٗ ان (خارجیوں) کو اللہ کی تمام خلقت سے بہت برا دیکھتے تھے۔ اور فرمایا کہ بیشک ایسی آیتوں کو جو کفّار کے متعلق نازل ہوئیں انہیں وہ اہل ایمان پر چسپاں کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے اختیارات کی نفی کا راز خوب واضح ہوا۔ اگر انہیں محبوبانِ خدا سے دشمنی نہ ہوتی تو کبھی ایسے فقرے چُست نہ کرتے۔

بہرحال جان لینا چاہیئے کہ کوئی کلمہ گو مسلمان ایسی جسارت کبھی نہیں کر سکتا۔

مشکل کشا سے بُغض

سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں :۔

لَا يُحِبُّ ... جناب علی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے منافق

[illegible] لَا يُبْغِضُهٗ (مشکوٰۃ شریف ص۵۶۴)

محبّت نہیں کر سکتا اور مومن بُغض نہیں رکھ سکتا۔

قرآن واحادیث کے ان روشن دلائل سے جہاں پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفۂ چہارم امیر المومنین سیدنا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہٗ کے اختیارات و تصرفات کا پتہ چلا، ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوا کہ مصنّفِ "تقویۃ الایمان" کا یہ عقیدہ و نظریہ باطل و مردود اور عظمتِ رسالت و شانِ ولایت کے ساتھ کھلی عداوت و بغاوت اور منافقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مولائے تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ایسے گندے اور گستاخانہ عقائد سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین!

دعا اور "مِنْ دُوْنِ اللہ"

لفظ "دعا" دَعْوٌ یا دَعْوَۃٌ سے بنا ہے اور یہ لفظ قرآن مجید میں اپنے اس اصلی مادہ کے ساتھ مختلف صیغوں کی شکل میں متعدد معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً (۱) پکارنا۔ (۲) بلانا۔ (۳) دعا مانگنا۔ (۴) پوجنا۔ (۵) تمنّا کرنا۔ لہٰذا ہر جگہ ایک ہی معنی مراد لینا اور آیاتِ قرآنیہ کا مطلب غلط بیان کرتے ہوئے یہ فتویٰ دینا کہ یا رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور یا غوث الاعظم کہنا شرک ہے، صریح ناانصافی، قرآن مجید سے بے خبری، جہالت اور بغاوت کی واضح دلیل ہے۔ لیجئے۔ درج ذیل میں مذکورہ معانی سے متعلّقہ چند آیات نقل کی جاتی ہیں۔ تاکہ پتہ چل جائے کہ ہر جگہ ایک ہی معنی مراد نہیں لے سکتے :۔

۱۔ پکارنا، بلانا: وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ فِیْٓ اُخْرٰىكُمْ (آل عمران ۱۵۳)

اور دوسری جماعت میں رسول صلے اللہ علیہ وسلم تمہیں پکار رہے تھے۔

● ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ؕ (البقرہ۔۔۔٢٦٠)

"بلائے ابراہیم، پھر انہیں بلائیں وہ آپ کے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے"۔

● قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَّنَهَارًا ۙ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ إِلَّا فِرَارًا (نوح ٥-٦)

"عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا ہی بڑھا"۔

● لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ (النور۔ آیت ٦٣)

"رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے"۔

● وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ (آل عمران۔۱۰۴)

"اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں"۔

اِن آیاتِ مبارکہ میں "دُعا" پکارنے اور بُلانے کے معنی میں ہے۔ اور ایسی کئی آیات قرآن مجید میں موجود ہیں جن میں لفظِ دُعا پکارنے اور بُلانے کے معنی میں مذکور ہے۔ اِن آیات میں اوّل الذکر آیت کریمہ میں پیارے مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو پُکارنے کا ذکر ہے۔ دُوسری آیت میں پکارنے والے سیّدنا خلیل اللہ علیہ السّلام ہیں اور جن کو پکارا گیا وہ ذبح کئے ہوئے جانور تھے۔ تیسری آیت میں حضرت نوح علیہ السّلام کے بارے بیان ہو رہا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کی "اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات دن (راہِ راست کی طرف) بُلایا۔ چوتھی آیت میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بارگاہِ رسالت میں ندا کے آداب سکھائے جا رہے ہیں اور پانچویں آیتِ مقدسہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو بھلائی کی طرف بلانے کا حکم فرمایا جا رہا ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ کے علاوہ مطلقاً کسی کو پکارنا اور بُلانا منع یا

... ہوتا تو انبیائے کرام علیہم السّلام ہرگز ایسا نہ کرتے۔ نہ ہی اللہ تعالیٰ صحابۂ کرام کو رسول کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں ندا کے آداب سکھاتا بلکہ بلانے اور پکارنے سے منع فرما دیتا۔ اور نہ ہی واحد و یکتا خالق ایک جماعت کو نیکی و بھلائی کی طرف بلانے کا حکم فرماتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ بہر صورت ہر کسی کو پکارنا نہ منع ہے نہ شرک۔ شرک تب ہی متصوّر ہو گا جب کسی کو معبود اور اللہ کریم کے مقابل خیال کر کے پکارے گا۔ حاشا وکلّا کوئی بھی مسلمان انبیائے کرام علیہم السّلام اور اولیائے عظام علیہم الرضوان میں سے کسی کو معبود یا خداوند کریم کا فریق نہیں سمجھتا۔ بلکہ ہر سُنّی مسلمان اِن پاکیزہ شخصیات کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کی بارگاہ میں اُس کے عزّت و وقار والے بندے خیال کرتا ہے۔ اِس وضاحت کے بعد "تقویۃ الایمان" میں مذکور نظریہ کہ "مصیبت کے وقت جو انبیاء و اولیاء اور پیر، شہید کو پکارے سو وُہ مشرک ہو جاتا ہے"[1]۔ باطل و مردود ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور مذکورہ آیات کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی کو فوت ہونے سے پہلے بھی پکارنا جائز ہے اور وصال کے بعد بھی۔ اور ایسے پکارنے کو شرک کہنا اپنے مُشرک و بے دین ہونے کی علامت ہے۔

۳- دُعا مانگنا

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ (الاعراف ٥٥)

"اپنے رب سے دُعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ"۔

● فَإِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ (العنکبوت ٦٥)

"پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خدا سے دُعا مانگتے ہیں دین کو اس کے لئے خالص کر کے"۔

---

[1] تقویۃ الایمان ص ٣٦ ملخصاً۔

● أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرہ - ۱۸۶)

"میں دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب مجھ سے دعا کرتا ہے۔"

● هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ (آل عمران - ۳۸)

"وہاں زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی۔"

ان آیات مبارکہ میں دعا کا اصطلاحی معنی مراد ہے یعنی خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگنا۔ تو ظاہر ہے کہ ایسی دعا کوئی مسلمان غیر خدا سے نہیں مانگتا۔ لہذا ایسی آیتوں سے نہ ہی یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ محبوبانِ خدا کو مدد کے لئے پکارنا جائز نہیں۔ اور نہ ہی انہیں ایسے دعوے پر دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ پُوجنا

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا (الجنّ - ۲۰)

"فرما دیجئے میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔"

● وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا (الجنّ - ۱۸)

"اور بیشک مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔"

● وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (الاحقاف - ۵)

"اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں۔"

● وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ (النحل - ۲۱،۲۰)

"اور جو اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ نہیں بناتے۔ وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔ مردے ہیں زندہ نہیں۔"

● هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (المؤمن ۶۶-۶۵)

"وہی زندہ ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں تو اسے پوجو اسی کے بندے ہوکر۔ سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب۔ تم فرماؤ میں منع کیا گیا ہوں کہ انہیں پوجوں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔"

ان آیاتِ مبارکہ میں دعا پوجنے کے معنی میں ہے۔ اور ان تمام صیغوں سے عبادت مراد ہے۔ کلام کا سیاق وسباق بھی اسی معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اور حاصل ان کا یہ ہے کہ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے۔ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ لہذا ان آیات کو بھی محبوبانِ خدا کو پکارنے کے عدمِ جواز پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

۵۔ تمنّا کرنا

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ (حٰمٓ السجدہ ۳۱)

"اور تمہارے لئے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے ہے اس میں جو مانگو۔"

اس آیت کریمہ میں بھی دعا پکارنے کے معنی میں نہیں بلکہ تمنّا، خواہش اور آرزو کرنے کے معنی میں ہے۔ اور وہ آیاتِ قرآنیہ جن میں مِنْ دُونِ اللّٰہ کو پکارنے سے منع فرمایا گیا ہے یا اُسے مشرکین کا فعل قرار دیا گیا ہے وہاں "دعا" سے عبادت مراد ہے اور یہی معنیٰ علمائے تفسیر نے مراد لیا ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں ہے :-

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ أَيْ يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهُوَ الْأَصْنَامُ۔

"اور وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کے سوا بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔"

(جلالین ص ۲۱۵)

صاحبِ تفسیرِ خازن لکھتے ہیں :۔

وَالَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ یَعۡنِی الۡاَصۡنَامَ (ج۳ ص۱۱)

"وہ (بت) جن کو تم اللہ تعالےٰ کے سوا پُوجتے ہو۔"

معلوم ہوا کہ پکارنے سے مراد عبادت ہے اور مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ سے بُت مراد ہیں۔

مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہ

قرآن مجید میں لفظ دُوۡنِ تین معنوں میں استعمال ہُوا ہے "(۱) علاوہ، سوا۔ (۲) مقابل، (۳) اللہ کو چھوڑ کر"۔ یعنی اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، اللہ کے مقابلے میں یا اُس کو چھوڑ کر کوئی مددگار اور کارساز نہیں۔ اور یہ تمام معانی اہلسنت جماعت کے عقائد کی تائید و تصدیق کرتے ہیں۔ اس لیئے کہ سُنّی مسلمان اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی نہ عبادت کرتا ہے اور نہ ہی اسکے علاوہ کسی کو لائقِ عبادت تصور کرتا ہے۔ یُونہی اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر یا اس کے مقابلے میں کسی کو کارساز اور مددگار نہیں سمجھتا۔ لہذا اس عقیدہ کے مطابق انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم الرضوان جو مدد کرتے ہیں یا اُن سے مدد لی جاتی ہے تو وُہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی طاقت و اختیار کا نتیجہ ہے۔

شبہ

آیت مبارکہ :۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمۡثَالُکُمۡ الآیہ (الاعراف ۱۹۴)

"بے شک وُہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وُہ بندے ہیں مثل تمہاری"۔

اس آیت سے معلوم ہُوا کہ بندوں کو پکارنا اور اُن سے مدد طلب کرنا شرک ہے۔

جواب :۔ اس آیتِ کریمہ کے سیاق و سباق پر غور کرنے سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں بھی بُت مراد ہیں۔ چنانچہ اس آیت سے پہلے ہے :۔

اَیُشۡرِکُوۡنَ مَا لَا یَخۡلُقُ شَیۡئًا وَّ ھُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ (الاعراف۔ ۱۹۱)

"کیا اُسے شریک کرتے ہیں جو کچھ نہ بنائے اور وُہ خود بنائے ہُوئے ہیں"۔

اور اگلی آیت میں ہے :۔

اَلَھُمۡ اَرۡجُلٌ یَّمۡشُوۡنَ بِھَآ اَمۡ لَھُمۡ اَیۡدٍ یَّبۡطِشُوۡنَ بِھَآ اَمۡ لَھُمۡ اَعۡیُنٌ یُّبۡصِرُوۡنَ بِھَآ اَمۡ لَھُمۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِھَا (الاعراف ۱۹۵)

"کیا اُن کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا اُن کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑیں یا اُن کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا اُن کے کان ہیں جن سے سُنیں"۔

سیاق و سباق پر غور کرنے سے ثابت ہوا کہ اس سے مراد انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم الرضوان نہیں بلکہ بُت ہیں۔

صاحبِ تفسیرِ خازن کی شہادت

آپ آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :۔

یَعۡنِیۡ اَنَّ الۡاَصۡنَامَ الَّتِیۡ یَعۡبُدُھَا ھٰۤؤُلَآءِ الۡمُشۡرِکُوۡنَ اِنَّمَا ھِیَ مَمۡلُوۡکَۃٌ لِّلّٰہِ اَمۡثَالُھُمۡ۔ (تفسیر خازن ج۲ ص۱۶۹)

"یعنی بے شک وُہ بُت جن کی یہ مُشرک لوگ عبادت کرتے ہیں ان کی طرح اللہ کی مِلک ہیں"۔

صفتِ عباد کی وجہ

مذکور مفسّر بتوں کو عباد فرمائے جانے کی وجہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

وَفِیۡہِ سَوَالٌ وَھُوَ اَنَّہٗ وَصَفَھَا بِاَنَّھَا عِبَادٌ مَعَ اَنَّھَا جَمَادٌ

اور اس میں سوال ہے اور وُہ یہ ہے کہ اللہ نے اُن کو لفظِ عباد سے تعبیر کیا حالانکہ وُہ

وَالْجَوَابُ اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ لَمَّا اِدَّعَوْا اَنَّ الْاَصْنَامَ تَضُرُّ وَ تَنْفَعُ وَجَبَ اَنْ يَّعْتَقِدُوْا كَوْنَهَا عَاقِلَةً فَاهِمَةً فَوَرَدَتْ هٰذِهِ الْاَلْفَاظُ عَلٰى وَفْقِ مُعْتَقَدِهِمْ تَبْكِيْتًا لَّهُمْ وَتَوْبِيْخًا۔
(تفسیر خازن ج۲ ص۱۶۹)

پتھر ہیں تو جواب یہ ہے کہ مشرکین نے جب دعوٰی کیا کہ بُت نفع اور نقصان دیتے ہیں پھر ضروری ہے کہ وہ اس امر کا بھی اعتقاد رکھیں کہ وہ عاقل بھی ہیں اور سمجھ دار بھی۔ تو اللہ تعالٰے نے یہ الفاظ ان کے عقیدے کے مطابق استعمال فرمائے اُن کو خاموش فرماتے ہوئے اور ان پر ڈانٹ فرماتے ہوئے۔

حاضر و ناظر

حضور سیّدِ عالم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اللہ تعالٰی نے جس طرح اور بے شمار عظمتوں سے سرفراز فرمایا ہے اس طرح آپ کو حاضر و ناظر ہونے کا شرف بھی عطا فرمایا ہے۔ سوادِ اعظم اہلسنّت وجماعت کا آپ کے حاضر و ناظر ہونے کے بارے عقیدہ یہ ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلّم گنبدِ خضرٰی میں تشریف فرما ہو کر خداداد طاقت سے ساری کائنات کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھ رہے ہیں؛ کوئی شے آپ کے علم سے باہر نہیں۔ اور اگر آپ اپنے غلاموں کو اپنی زیارت نصیب فرمانے یا حاجتمندوں کی حاجت روائی کے لیے ایک یا متعدّد مقامات پر تشریف لے جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں کوئی رکاوٹ وممانعت نہیں۔

شاہد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے باقی اسماءِ گرامی کے علاوہ ایک نام مبارک "شاھد" (صلے اللہ علیہ وسلّم) بھی ہے جس کے معنی "حاضر و ناظر" ہیں۔[ع]

۱۔ قرآنی شہادت

اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے :-

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا۔ الآیہ (الاحزاب ۴۵)

اے غیب کی خبریں بتانے والے بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر۔

اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ آپ شاہد یعنی حاضر و ناظر ہیں اور کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو آپ کے سامنے موجود نہ ہو اور آپ اُس کو دیکھتے نہ ہوں۔ اُمّتِ مسلمہ کے نامور مفسّرین کرام علیہم الرضوان اسی آیتِ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

(اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا) عَلٰى مَنْ بُعِثْتَ اِلَيْهِمْ تُرَاقِبُ اَحْوَالَهُمْ وَتُشَاهِدُ اَعْمَالَهُمْ

اے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم بے شک ہم نے بھیجا آپ کو شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر ان سب پر جن کی طرف آپ رسول

(از صفحہ گزشتہ) ع مفرداتِ امام راغب اصفہانی ص ۲۶۹ الشھود والشھادۃ الحضور مع المشاھدۃ اما بالبصر او بالبصیرۃ۔ علامہ اسماعیل حقی، روح البیان ج۲ ص۲۱ الشھید والشاھد ما یحضر کل احد مما بلغہ من الدرجۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ ج۱ ص۲۶ "شاھد" یعنی عالم وحاضر بحالِ اُمّت وتصدیق وتکذیب ونجات وہلاکتِ ایشاں"۔ لسان العرب، امام ابن منظور ص۲۲۲ الشھید الذی لا یغیب عن علمہ شیئ۔ والشھید: الحاضر شہید وُہ ہوتا ہے جس کے علم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہ ہو اور شہید کا معنی "حاضر" ہے۔ المنجد (لویس مالوف) ص۴۱۷ الشھید الشاھد الامین فی شھادتہ الذی لا یغیب شیئ عن علمہ۔ حاضر۔ گواہی میں امین۔ جس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو۔ المنجد کے ان الفاظ کا ترجمہ (باقی بر صفحہ ۷۲)

وَتَتَحَمَّلُ عَنْهُمُ الشَّهَادَةَ بِمَا صَدَرَ عَنْهُمْ مِنَ التَّصْدِيْقِ وَالتَّكْذِيْبِ وَسَائِرِ مَاهُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْهُدٰى وَالضَّلَالِ وَتُؤَدِّيْهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَدَاءً مَقْبُوْلًا مَالَهُمْ وَمَا عَلَيْهِمْ۔
(تفسیر ابو سعود ج ۷ ص ۱۰۷؛ جمل ج ۳ ص ۴۴۲)

بناکر بھیجے گئے آپ اُن کے احوال کی نگہبانی فرماتے ہیں اور اُن کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں یعنی اُن سب کے کاموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اُن سے تحمّلِ شہادت فرماتے ہیں یعنی اُن کے گواہ بنتے ہیں اُن تمام چیزوں کی جواُن سے صادر ہوئیں تصدیق سے اور تکذیب سے اور باقی ان تمام چیزوں سے جن پر وُہ ہیں ہدایت اور گمراہی سے۔ اور آپ اس شہادت کو ادا فرمائیں گے قیامت کے دن جو ادا کی ہوئی ہوگی ان تمام باتوں میں جواُن کے فائدے کے لئے ہوں گی اور ان تمام باتوں میں بھی جواُن کے نقصان کے لئے ہوں گی“۔

اس سے پتہ چلا کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر اُس چیز پر حاضر وناظر ہیں جس کے لئے آپ رسول بن کر تشریف لائے ہیں۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جس کے لئے آپ نبی اور رسول بن کر تشریف نہ لائے ہوں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے :۔

۲۔ ارشادِ باری تعالٰے

قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا ۝ (الاعراف ۔ ۱۵۸)

(اے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادو اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں“۔

(بقیہ: از ص ۷۱) دارالاشاعت کراچی کے مطبوعہ نسخہ سے نقل کیا گیا ہے جس کے مترجمین مولوی سعد حسن خان یوسفی، نوراحمد قاسمی، پروفیسر محبوب الٰہی فاضل دیوبند اور مقدمہ لکھنے والے مفتی محمد شفیع دیوبندی ہیں۔ (ظریف القادری)

اور حدیث پاک میں ہے :۔

ارشادِ مصطفٰی صلّی اللہ علیہ وسلّم

اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً ؁

”میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں“۔

قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہُوا کہ پیارے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا تعلق کائنات کے ہر فرد اور ذرّے کے ساتھ ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ کائنات کے ہر ہر فرد اور ذرّے پر حاضر وناظر ہیں۔

میدانِ حشر میں گواہی

قیامت کے روز جب پہلے پیغمبروں علیہم السلام کی نافرمان اُمتیں اُن کی تبلیغ کا انکار کریں گی اور کہیں گی اے اللہ! ہم تک تیرے پیغمبروں نے تیرے احکام نہ پہنچائے تھے۔ انبیائے کرام علیہم السلام عرض کریں گے کہ یہ جھوٹے ہیں ہم نے تبلیغ کی انہوں نے نہ مانی۔ ارشاد ہوگا اے گروہِ انبیاء کرام آپ حضرات تبلیغ کے مدعی ہیں اور یہ لوگ انکاری؛ لہٰذا اپنے گواہ پیش کرو۔ تو انبیاءِ کرام اُمتِ مسلمہ کو پیش کریں گے۔ مسلمان انبیائے کرام علیہم السلام کی گواہی دیں گے جس پر کافر اعتراض کریں گے کہ تم پیچھے آئے؛ بغیر دیکھے گواہی کیونکر دے رہے ہو۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے کہ اے اللہ! ہم نے تیرے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی لی جائے گی۔ اور آپ مسلمانوں کے متعلق دو گواہیاں دیں گے۔ ایک یہ کہ یہ سچے ہیں۔ ہم نے واقعی ان سے فرمایا تھا کہ اگلے پیغمبروں نے تبلیغ کی“۔

؁ مسلم شریف ج ۱، ص ۱۹۹۔ مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۲۰۷۔

دوسرے[۲] یہ کہ خدایا یہ مسلمان گواہ فاسق و فاجر نہیں بلکہ پرہیزگار اور قابلِ گواہی ہیں۔ تب انبیائے کرام علیہم السلام کے حق میں فیصلہ دیا جائے گا۔[۱]

آیت ۳ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے :۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ۔۱۴۳)

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں پر افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔"

آیت ۴ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النساء ۴۱)

تو کیسی ہوگی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔"

ان آیاتِ کریمہ میں فرمایا گیا کہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو میدانِ حشر میں بطورِ "شہید" یعنی گواہ کے طور پر لایا جائے گا اور آپ گواہ ہوں گے۔
اور یہ ظاہر امر ہے کہ گواہ وہی ہو سکتا ہے جو موقع پر موجود ہو اور حالات اُس کے علم میں ہوں۔ تو معلوم ہوا کہ سابق انبیائے کرام علیہم السلام کے حالات بھی آپ کے علم میں ہیں اور اپنی اُمّت کے حالات سے بھی آپ باخبر ہیں۔
بحمدہٖ تعالیٰ یہی آپ کے حاضر و ناظر ہونے کے معنی ہیں۔

آیت ۵ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ (الانفال آیت ۳۳)

اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ ان میں تشریف فرما ہو۔"

[۱] بخاری شریف ج۲ ص۶۴۵ ۔ درمنثور ج۱ ص۱۴۴ ۔ فتح الباری ج۸ ص۱۳۹

پہلی نافرمان اُمتوں پر جس طرح عذاب آئے اس طرح کا عذاب اُمتِ مسلمہ پر قیامت تک نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا پیارا حاضر و ناظر کی شان والا محبوب (صلے اللہ علیہ وسلم) موجود اور تشریف فرما ہے۔

آیت ۶ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب۔ ۶)

(یہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) مسلمانوں کیساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہے"۔[۵]

اس آیتِ مبارکہ سے پتہ چلا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مومنوں کی جانوں سے ان کے زیادہ قریب ہیں۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانوں سے بھی قریب موجود ہیں۔

رسولِ کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا :۔

حدیث ۱ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِيَ الْاٰنَ (بخاری شریف ص۹۷۵، ج۲)۔

اور میں تم پر حاضر و ناظر (گواہ) ہوں اور اللہ کی قسم البتہ میں اپنے حوض کی طرف اب بھی دیکھتا ہوں"۔

حدیث ۲ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو دو فرشتے اُس کے پاس آکر اُسے بٹھا دیتے ہیں (اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے) کہتے ہیں :۔

مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ (بخاری شریف ص۱۸۴، ج۱)۔

(اے صاحبِ قبر) تو ان کے بارے کیا کہتا تھا ؟

[۵] دیوبندی مکتبِ فکر کے عالم مولوی قاسم لکھتے ہیں کہ اس آیت میں "اَوْلٰی" کے معنی "قریب تر" ہیں۔ (تحذیر الناس ص۱۰)

حدیث ۳

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ ذَاتَ
يَوْمٍ بِنِصْفِ النَّهَارِ أَشْعَثَ
أَغْبَرَ بِيَدِهٖ قَارُوْرَةٌ فِيْهَا
دَمٌ فَقُلْتُ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ
مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا دَمُ الْحُسَيْنِ
وَأَصْحَابِهٖ وَلَمْ أَزَلْ
أَلْتَقِطُهُ مُنْذُ الْيَوْمِ
فَأُحْصِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتَ فَأَجِدُ
قُتِلَ ذٰلِكَ الْوَقْتَ۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۲)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں
رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک دن
دوپہر میں خواب میں دیکھا پراگندہ بال
گرد آلود آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی
تھی جس میں خون تھا۔ میں نے کہا
ماں باپ فدا ہوں یہ کیا ہے؟ فرمایا
حسین اور اُن کے ساتھیوں کا خون
ہے۔ آج میں اس خون کو اٹھاتا رہا
آپ فرماتے ہیں میں وہ وقت خیال میں
رکھنے لگا تو میں پاتا ہوں کہ سیدنا امام
(رضی اللہ عنہ) شہید کیے گئے تھے اسی
وقت میں۔"

پہلی حدیث میں رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مقام پر کھڑے ہو کر حوضِ کوثر کو دیکھنے سے آپ کا ناظر ہونا ثابت ہوا جبکہ قبروں میں تشریف لانے اور معرکہ کربلا میں پہنچنے سے آپ کا حاضر ہونا واضح ہُوا۔

لہٰذا

ہمارے آقا صلّے اللّٰہُ علیہِ وسلّم حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی

حیاتُ الانبیاء

امام الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم اور باقی تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اپنی اپنی قبروں میں اپنے اجسامِ مبارکہ کے ساتھ بحیاتِ حقیقی زندہ تشریف فرما ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے انہیں رزق ملتا ہے۔ کھاتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ غلاموں کے سلام و کلام کو سنتے، انہیں پہچانتے، اور جواب سے نوازتے ہیں۔ اپنی اُمتوں کے اعمال دیکھتے ہیں۔ فریاد خواہوں کی فریاد رسی فرماتے، عاشقوں اور محبوں کو شربتِ دیدار عطا فرماتے اور فیوض و برکات سے سرفراز فرماتے ہیں۔ تمام انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی ایسی حیاتِ مبارکہ مضبوط دلائل سے ثابت ہے۔ اور بالخصوص محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ حیاتِ طیّبہ پر قرآن و حدیث سے ایسے صریح دلائل موجود ہیں جن کا انکار نہیں کرے گا مگر وہی شخص جس کے رگ و ریشہ میں آپ سے عداوت رچ بس چکی ہو اور شقاوتِ ازلی اس کا ہمیشہ کے لئے مقدر بن چکی ہو۔

پیارے مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ حیاتِ مبارکہ پر اگرچہ کئی آیاتِ کریمہ دلالت کرتی ہیں مگر یہاں صرف دو آیتیں پیش کی جاتی ہیں۔

ارشادِ خداوندی جل وعلا ہے:۔

آیت ۱

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت، سارے جہانوں کے لئے۔"

(الانبیاء، ۱۰۷)

علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

وَكَوْنُهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةً لِّلْجَمِيعِ بِاعْتِبَارِ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاسِطَةُ فَيْضِ الْإِلٰهِيِّ عَلَى الْمُمْكِنَاتِ عَلٰى حَسَبِ الْقَابِلِ۔ (روح المعانی پ۱۷ ص۹۶)

"اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام جہانوں کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ تمام ممکنات پر ان کی قابلیت کے مطابق فیضِ الٰہی کا آپ ذریعہ و واسطہ ہیں"۔

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے تمام کائنات کو رحمتِ خداوندی پہنچ رہی ہے۔ اس کا سلسلہ معطّل نہیں ہوا اور اس فیضِ الٰہی کا مسلسل مخلوق تک پہنچنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ رحمتِ الٰہی کے پہنچنے کا ذریعہ یعنی پیارے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بحیاتِ حقیقی زندہ تشریف فرما ہیں۔

آیت ۲

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْٓا أَنفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (النسآء۔۶۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اُن کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں"۔

اس آیتِ مبارکہ میں بارگاہِ رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاضری کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ کے ساتھ مقید نہیں فرمایا بلکہ اسے مطلق رکھا۔ یعنی ایسا شخص جس نے اپنی جان پر ظلم کیا وہ رسول کریم علیہ السلام کے ظاہری زمانہ میں ہو یا بعد میں بہر حال وہ درِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر اللہ کریم سے استغفار کرے تو آپ بھی اس کے لئے استغفار فرمائیں گے

چنانچہ اہلِ اسلام کا یہ معمول چلا آرہا ہے کہ وہ درِ رسالت پر ہمیشہ سے حاضر ہوکر شفاعت مانگتے رہے ہیں اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم اُن کی سفارش فرماتے اور اپنے فیوض و برکات سے نوازتے رہے ہیں۔ اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جو زندہ ہو لہٰذا پتہ چلا کہ آپ اپنی قبرِ انور میں زندہ تشریف فرما ہیں۔ چنانچہ اوس ابن اوس الثقفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:-

حدیث ۱

إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ۔ [1]

بیشک تمہارے دنوں میں افضل جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اس میں ہی ان کا وصال ہوا اور اس میں ہی نفخہ اولیٰ (صور پھونکا جائے گا) اور اس میں ہی نفخہ ثانیہ ہوگا لہٰذا اس دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کس طرح ہمارا درود آپ پر پیش کیا جائے گا جبکہ آپ تو بوسیدہ ہو جائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو حرام کر دیا ہے۔

[1] ابوداؤد ج۱ ص۱۵۰؛ ابن ماجہ ص۱۱۹؛ نسائی ج۱ ص۱۵۴؛ مستدرک ج۱ ص۲۷۸؛ ابن ابی شیبہ ج۲ ص۵۱۶؛ سنن الکبریٰ ج۳ ص۲۴۹؛ دارمی ج۱ ص۳۰۷؛ بیہقی کتاب الدعوات الکبیر؛ حیاۃ الانبیاء للبیہقی؛ ابن خزیمہ و ابن حبان فی صحیحہ، والطبرانی فی الکبیر ج۱ ص۲۱۷؛ سعید بن منصور فی سننہ؛ کتاب الروح ابن قیم؛ جلاء الافہام ص۳۴-۷۳ الخ (بمضمونِ واحد)

ابن ماجہ شریف میں روایت کے الفاظ اس طرح ہیں :-

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ ـہ

بیشک اللہ تعالٰے نے زمین پر انبیاء کرام (علیہم السلام) کے جسموں کو کھانا حرام فرمایا ہے۔ پس انبیائے کرام (علیہم السلام) [illegible] ہیں، زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں۔

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہُوا کہ امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم [illegible] باقی تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا رزق کھاتے ہیں اس میں کوئی ابہام و خفاء والی بات نہیں۔ حتیٰ کہ پیارے مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کہ "تمہارا درُود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے"۔ پر صحابہ کرام نے جب پیش آمدہ اپنا اشکال کہ "ہمارا درُود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے"۔ عرض کیا تو آپ نے صریح [illegible] میں اُن کے اشکال کو دُور فرمادیا' اور ثابت کر دیا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے اجساد قبروں میں بوسیدہ اور ضائع نہیں ہوتے بلکہ سلامت اور زندہ ہوتے ہیں۔ مولوی اسماعیل کا اپنی کتاب نام نہاد "تقویۃ الایمان" میں رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ لکھنا کہ "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" ـہ مذکور صریح حدیث کے خلاف اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کھلا افترا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے بارے ارشاد فرمایا گیا۔

"وَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا" ا

اور جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے

ـہ تقویۃ الایمان ۱۱۲

ـہ ابوداؤد ج۱ ص۱۵۰، دیگر حوالہ جات کتب تفصیلاً گزشتہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے ۔۱۲

[illegible]لْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ ص۳۲)

وُہ اپنا ٹھکانہ جہنّم بنا لے"۔

حدیث ۲

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ لـہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ وسلم نے فرمایا انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں"۔

حدیث ۳

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ [illegible] مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی وَھُوَ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ ٢ـہ

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں (معراج کی رات) موسٰی پر سے گذرا اور وُہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسُول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

حدیث ۴

اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِی السَّلَامَ ٣ـہ

بے شک اللہ تعالٰے کے فرشتے زمین پر گھومتے ہیں اور میری اُمّت کا مجھے سلام پہنچاتے ہیں"۔

حدیث ۵

اَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَھْلِ مَحَبَّتِیْ وَ

(رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میں اہل محبّت کا درُود سُنتا ہوں اور

لـہ حیات الانبیاء للبیہقی ص۳۔ شفاء السقام ص۱۳۴۔ مدارج النبوت ج۲ ص۴۴۷۔ جذب القلوب ص۱۸۰ ٢ـہ مسلم شریف ج۲ ص۲۶۵ مرقات ج۲ ص۲۱۲ ٣ـہ نسائی ج۱ ص۱۴۳، ابن ابی شیبہ ج۲ ص۵۱۷۔ نوٹ: ملا علی قاری فرماتے ہیں "صح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم" یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کی زندگی کی حدیث صحیح ہے ۔۱۲

اَعْرِفُهُمْ - (مطالع المسرات ص۵) انہیں پہچانتا بھی ہوں "

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں درود پیش کرنے والا کسی زمانہ میں کہیں پر بیٹھ کر درود پڑھے آپ کا درود سنتے اور اُسے پہچانتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ اپنے روضۂ مقدس میں بحیاتِ حقیقی جلوہ افروز ہیں۔ اور جب ایک اُمتی شہید ہو کر ہمیشہ کے لئے زندہ ہو سکتا ہے اور اُس کی زندگی میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا تو اس کے نبی بلکہ نبی الانبیاء علیہم السلام کی حیاتِ طیبہ میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے۔

شفاعت

شفاعت کا معنی ہے سفارش کرنا یا کسی سے کہنا کہ وہ میرے لئے سفارش اور التجا کرے[1]۔ شرعی اصطلاح میں شفاعت سے مراد یہ ہے کہ مجرم کے ایسے جرم کو جو کہ قابلِ معافی ہو محبت کی وجہ سے یا خدادا احترام و اعزاز کے باعث یا اللہ تعالیٰ کے اذن اور وعدہ کی بنا پر یا کسی مقبول عمل کے صدقے معاف کرنے کی التجا کی جائے۔ شفاعت کا یہ مفہوم نہیں کہ زبردستی

[1] اِسْتَشْفَعْتُهُ اِلٰی فُلَانٍ اَیْ سَأَلْتُهُ اَنْ یَّشْفَعَ لِیْ اِلَیْهِ (لسان العرب ج۸ ص۱۵۱) اس سے میں نے کہا کہ میرے لئے وہ اُس کی طرف سفارش و التجا کرے۔ وَهِیَ السُّؤَالُ فِی التَّجَاوُزِ عَنِ الذُّنُوْبِ وَالْجَرَائِمِ۔ (نہایہ ابن اثیر ج۲ ص۴۸۵) شفاعت کا معنی یہ ہے کہ گناہوں اور جرائم سے درگزر کرنے کا سوال کرنا الخ

عدالت اور کسی عہدے کے بل بوتے پر مجرم کو چھوڑا یا جائے اور نہ ہی شفاعت کے جائز ہونے سے مقصد یہ ہے کہ شفاعت کے سہارے پر جو چاہے کرتا پھرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایمان پر خاتمہ ہونے کے بعد ممکن ہے کہ کسی طرح کی شفاعت سے مستفید ہو کر جلدی رحمتِ الٰہی سے فیضیاب ہو سکے۔

محشر کے شافعین

میدانِ حشر میں سب سے پہلے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اذن اور عطا کردہ شان و انعام کے ساتھ شفاعت فرمائیں گے۔ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ علماء، شہداء، قرآن مجید، نماز، روزہ، کعبہ معظمہ اور ننھی عمر میں فوت ہونے والے بچے بھی شفاعت کریں گے۔ یہ شفاعت حق ہے اور کتاب وسُنّت سے ثابت ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

آیت ۱

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ
(والضحیٰ - ۵)

" اور بیشک قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جاؤ گے۔"

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں "واللہ کی قسم (اس سے مراد) وہ شفاعت ہے جس کا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر عقیدہ رکھنے والوں کے بارے اذن دیا جائے گا حتیٰ کہ آپ فرمائیں گے " میں راضی ہو گیا"۔ اس آیت کو شفاعت پر محمول کرنا متعیّن ہے اور یہ گنہگاروں کے حق میں شفاعت پر دلالت کرتی ہے۔ جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک اُمتی بھی دوزخ میں

ہوگا۔[1] یعنی جب تک آپ شفاعت فرما کر اُسے بھی رہائی نہ دلا لیں گے آپ راضی نہیں ہوں گے۔

آیت ۲

عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴿۷۹﴾ (بنی اسرآئیل - ۷۹)

قریب ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کو ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب آپ کی حمد کریں۔"

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ہے :۔

یَحۡمَدُکَ فِیۡهِ الۡاَوَّلُوۡنَ وَ الۡاٰخِرُوۡنَ وَهُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَةِ [2]

یعنی مقامِ محمود سے مراد مقامِ شفاعت ہے جس میں اوّلین و آخرین آپ کی تعریف کریں گے۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :۔

سُئِلَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ عَنۡهَا فَقَالَ هِیَ الشَّفَاعَةُ [3]

حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا مقامِ محمود سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد مقامِ شفاعت ہے۔

آیت ۳

یَوۡمَئِذٍ لَّا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوۡلًا ۔ (طٰهٰ ۱۰۹)

اُس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی مگر اس کی جسے رحمٰن نے اذن دے دیا اور اس کی بات پسند فرمائی۔"

---

[1] تفسیر کبیر پ ۳۰ صـ ۲۱۳، ایضاً تفسیر قرطبی جـ ۱۹ صـ ۹۶، تفسیر عزیزی پ ۳۰ صـ [illegible] جلالین شریف پ ۳۰ صـ ۵۰۲ [2] تفسیر جلالین صـ ۲۳۵ [3] ترمذی شریف جـ ۲ صـ ۱۴۶۔

یعنی قیامت کے دن شفاعت ان کو فائدہ دے گی جنہوں نے کلمۂ طیبہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ پڑھا۔ اور چونکہ کافروں نے کلمہ نہ پڑھا، لہٰذا اُن کے حق میں شفاعت نہ ہوگی اور نہ ہی اُن کا کوئی حمایتی اور شفاعت کرنے والا ہوگا، اور نہ ہی ان کو کسی کی شفاعت نفع دے گی۔

کلمہ گو مسلمان جو اپنے جُرموں اور کوتاہیوں کی وجہ سے عتابِ الٰہی کے مستحق ہوں گے یا عذابِ جہنّم میں مبتلا ہوں گے وہ باقی شفاعت کرنے والوں کی سفارش اور بارگاہِ خداوندی جَلَّ وعلا میں التجا کرنے سے بھی مستفید ہوں گے اور خاص کر فاتحِ بابِ الشفاعۃ پیارے مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بھی نوازے جائیں گے۔ چنانچہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

حدیث ۱

شَفَاعَتِیۡ لِاَهۡلِ الۡکَبَائِرِ مِنۡ اُمَّتِیۡ [1]

میری شفاعت میری اُمّت کے کبیرہ (گناہ) والوں کے لئے ہے۔"

حدیث ۲

وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ یَّوۡمَ الۡقِیٰمَةِ وَلَا فَخۡرَ [2]

میں قیامت کے دن سب سے پہلا شفاعت کرنے والا اور شفاعت قبول کیا گیا ہوں۔ یہ فخر کی بات نہیں۔"

حدیث ۳

اِنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا۔

---

[1] جلالین صـ ۲۶۵ [2] ترمذی جـ ۲ صـ ۶۶، ابن ماجہ صـ ۳۲۹، ابویعلیٰ جـ ۴ صـ ۱۴۷ جـ ۳ صـ ۳۲۸ [3] ترمذی جـ ۲ صـ ۲۰۲، ابن ماجہ صـ ۳۲۹۔

قَالَ اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَ صَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ ؎

میں انبیائے کرام علیہم السلام کا امام اور ان کا خطیب اور صاحبِ شفاعت ہوں گا۔ یہ فخر کی بات نہیں۔

حدیث ۴ اُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً ؎۲

(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) مجھے شفاعت عطا کی گئی۔ اور پہلے نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں عام طور پر تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

حدیث ۵ قَالَ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے ساتھ ایک قوم کو دوزخ سے نکالا جائے گا تو وہ جنت میں داخل ہوں گے۔"

حدیث ۶ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلْقَبِيْلَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلْعُصْبَةِ وَمِنْهُمْ

محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمّت سے بعض بڑی جماعتوں کی شفاعت کریں گے بعض قبیلہ کی شفاعت کریں گے بعض ایک گروہ کی شفاعت کریں گے اور بعض ایک آدمی کی حتیٰ کہ تمام جنت میں داخل ہو جائیں گے"۔

؎ ابن ماجہ ص۳۳۳ ، ترمذی ج۲ ص۲۰۲ ، بخاری شریف ج۱ ص۹۷

؎۲ مشکوٰۃ شریف ص۵۱۲ ،

مَنْ يَّشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتّٰى يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ ؎

معلوم ہوا کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے اذن اور عطا سے شفاعت ہوگی اور اس شفاعت کی برکت سے گنہگار جنت کے مہمان بنیں گے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ شفاعت نہیں ہوگی اور کوئی نبی، ولی، پیر، شہید اور امام شفاعت نہیں کرے گا وہ بھی سچ کہتے ہیں... واقعی کوئی اُن کی شفاعت نہیں کرے گا اور نہ ہی اُن کا کوئی حمایتی و خیر خواہ ہوگا۔ نارِ جہنم ان کا انجام و مقام ہوگا اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ۔

؎ ترمذی شریف ج۲ ص۷

غیر مقلدین کے سرخیل مولوی وحید الزمان شفاعت کے بارے اپنا عقیدہ یوں لکھتے ہیں:- الشفاعة حق ثابتة للرسل والاخيار كالعلماء والشهداء سيما شفاعة سيدنا ونبينا صلى الله عليه وآله وسلم لاهل الكبائر من امته ومن امم الانبياء عليهم الصلوة والسلام المرسلين والماضيين فهو صلى الله عليه وآله وسلم اول شافع واول مشفع۔ (ہدیۃ المہدی)

شفاعت حق ہے۔ رسولوں اور دیگر اخیارِ امت علماء، شہداء کے لیے ثابت ہے خاص کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ آپ کی شفاعت اپنی امت کے اہل کبائر کے لیے ہوگی۔ اور باقی انبیائے کرام علیہم السلام کی امتوں کے گنہگاروں کے لیے بھی آپ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے اور شفاعت قبول کئے گئے ہیں۔

بے مثل محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ذکر

رسولِ کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم حبیبِ خدا ہیں، امام الانبیاء ہیں، اور ایک بے مثل انسان بلکہ انسانیت کی جان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد سب سے زیادہ تعظیم وتکریم کے لائق ہیں۔ کوئی انسان عزت وعظمت میں آپ کا ہمسر نہیں۔ مخلوقِ خداوندی میں آپ ہی وہ عظیم ترین انسان ہیں کہ فرشِ زمین پر جن کی حکومت، آسمانوں پر جن کی شاہی، اور عرشِ علےٰ پر جن کی بلندیٔ ذکر کا پرچم لہرا رہا ہے۔
اے ذکرِ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم میں مشغول ہونے والو! ذرا ٹھہر جاؤ! آپ کے ذکر کے آغاز سے پہلے منہ کو مشک وگلاب سے دھولو۔ دلوں کی وادیوں کو عشق ومحبت کے غنچوں سے معمور کرلو۔ سوزِ صدیقی وعشقِ بلالی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چراغ اپنے دلوں میں جلا کر پورے ادب واحترام اور کیف ومستی سے سرشار ہوکر آپ کا ذکر یوں کرو کہ آپ کی عظیم المرتبت ذات کی طرح آپ کا ذکر بھی بے مثال ٹھہرے۔ نہ یوں جیسا کہ مولوی اسماعیل بولے کہ "(اُن کی) تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو وُہی کرو"[1] جیسا ہر قوم کا چوہدری اور گاؤں کا زمیندار۔ سو ان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی اُمت کا سردار ہے"[2] معاذ اللہ
اب غور فرمائیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو عام بشروں میں داخل کرنا جن میں شامل ہونے کو ایسا مولوی بھی اپنی توہین جانے، یا

---

[1] تقویۃ الایمان ص۱۱۵ [2] ایضاً

ان نفوسِ قدسیہ کو گاؤں کے چوہدری یا سردار کے معنی میں لینا قساوتِ قلبی، توہینِ نبوت اور بدعقیدگی کی دلیل نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔

اسماعیلی عقائد کے مزید کرشمے

مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ "اولیاء، انبیاء، امام زادے، پیر، شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں۔ اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔ مگر اللہ نے اُن کو بڑائی دی، وُہ بڑے بھائی ہوئے۔ ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم کیا۔ ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ سو اُن کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے"۔[1]
اس عبارت میں باقی حضرات کے ساتھ انبیائے کرام علیہم السلام کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور انبیائے کرام علیہم السلام کی جماعت میں حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔ اور اس مذکورہ عقیدہ میں انبیائے کرام علیہم السلام کو بڑے بھائی قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا باقی انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ ساتھ ایسے عقیدہ کے مطابق امام الانبیاء حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم بھی بڑے بھائی ثابت ہوئے۔ اور یہ ایسا عقیدہ ہے کہ جس کا وجود نہ صحابہ کرام کے زمانہ میں تھا اور نہ تابعین و تبع تابعین کے ادوار میں۔ اور نہ ہی ایسے عقیدہ کا کوئی اتہ پتہ قرآن و حدیث سے چلتا ہے کہ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بس بڑا بھائی

---

[1] تقویۃ الایمان ص۱۱۱۔

کہا اور پکارا جائے۔ بلکہ قرآن مجید تو رسولِ مکرم و معظم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے غلاموں کے رشتے کو یُوں بیان فرماتا ہے :-

آیت ۱

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ [1]

"یہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) ایمان والوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں اور ان کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں"۔

رسُولِ کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ازواجِ مطہرات مسلمانوں کی مائیں ہیں اور آپ رُوحانی باپ (صلے اللہ علیہ وسلم)۔ لہٰذا مسلمان کا رشتہ آپ کے ساتھ بھائی والا نہیں بلکہ اُمتی اور اولاد ہونے کا ہے۔ کیونکہ اگر بھائی ہونے کا رشتہ تصور کیا جائے تو آپ کی ازواجِ مطہرات مومنوں کی مائیں نہیں رہتیں بلکہ ایک بھائی کی بیویاں ہونے کی حیثیت سے بھاوج قرار پاتی ہیں۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ بھاوج کے ساتھ کسی وقت نکاح کرنا بھی جائز ہو جاتا ہے۔

اور مصطفٰے کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے ساتھ آپ کے بعد نکاح کرنا قطعاً جائز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

آیت ۲

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا [2]

"اور تمہیں لائق نہیں کہ رسُول اللہ کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ کہ اُن کے بعد کبھی اُن کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بیشک تمہاری یہ بات اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے"

[1] الاحزاب ۶۔ [2] الاحزاب ۵۳۔

امام سیوطی علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں :-

لَا یَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّنْكِحَ امْرَاَةً مِّنْ نِّسَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَیَاتِهٖ اِنْ طَلَّقَ وَلَا بَعْدَ مَوْتِهٖ هِیَ حَرَامٌ عَلٰی كُلِّ مُؤْمِنٍ مِثْلَ حُرْمَةِ اُمِّهٖ [1]

"رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے ساتھ کسی مومن کے لئے حلال نہیں کہ وُہ نکاح کرے اگرچہ آپ ظاہری حیاتِ طیبہ میں طلاق دیں۔ اور نہ ہی آپ کے پردہ فرمانے کے بعد۔ وُہ ماں کے حرام ہونے کی طرح ہر مومن پر حرام ہیں"۔

معلوم ہوا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم بڑے بھائی نہیں جلیل القدر نبی اور روحانی باپ ہیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں :-

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ [2]

"جناب ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ میں تمہارے لئے مانند والد (باپ) کے ہوں"۔

قرآن و حدیث سے واضح ہوا کہ آپ کی تعظیم ایک بڑے بھائی یا عام انسان کی سی نہیں بلکہ روحانی باپ اور امام الانبیاء (صلے اللہ علیہ وسلم) کے منصب و مقام کے اعتبار سے کرنی چاہیے۔

[1] درمنثور ج ۲ ص ۱۸۳۔ [2] مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۲۔

بے مثل بیویاں

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (عـه) — "اے نبی کی بیبیو! تم عورتوں میں سے کسی کی مثل نہیں"۔

اس آیت مبارکہ میں ازواج مطہرات کا عورتوں میں بے مثل ہونا بیان فرمایا گیا۔ اور یہ عظمت ان پاک بیبیوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میسر آنے اور آپ کے حرم پاک ہونے کی برکت سے حاصل ہوئی ہے۔ اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ جب مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ تعلق اور آپ کے فیض و برکت کے سبب اُمّہات المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہن عورتوں میں بے مثل اور بے نظیر ہیں تو خود منبع فیوض و برکات بے مثل و بے مثیل کیوں نہیں (صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم)۔

عـه الاحزاب - ۳۲

نورانیّت و بشریّت

اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ نہ ہی آپ کی نورانیت کا انکار کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی بشریت سے فرار۔ نور ایسے ہیں کہ نوری مخلوق میں آپ کی مثال نہیں۔ اور بشر ایسے کہ نوعِ انسان میں کوئی آپ کے مثل نہیں۔ آپ اصلِ کائنات ہیں۔ یعنی تمام مخلوق سے پہلے آپ ہی کے نور کو پیدا فرمایا گیا۔ تو جب سیّدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تو اس نور کو آپ کی پُشت مبارک میں منتقل کیا گیا۔ پھر یہ نور باپوں کی پاک پشتوں اور ماؤں کے پاک رحموں میں یوں منتقل ہوتا آیا کہ وہ مبارک گھڑی آ پہنچی کہ یہ نورِ شانِ رحمۃ للعالمین کے ساتھ ختمِ نبوّت کا تاج سجائے، لباسِ بشریت میں ملبوس ہو کر حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے گھر تشریف لے آیا (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے:-

آیت ۱

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (المائدہ ۱۵) — "بیشک جلوہ گر ہوا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب"۔

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں سیّد المفسّرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم" نور سے مراد جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (تنویر المقباس فی تفسیر ابن عباس)

علامہ ابن جریر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

یَعْنِیْ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ اَنَارَ اللّٰہُ بِهِ الْحَقَّ وَاَظْهَرَ بِهِ الْاِسْلَامَ وَمَحَقَ بِهِ الشِّرْكَ فَهُوَ نُوْرٌ لِّمَنِ اسْتَنَارَ بِهٖ يُبَيِّنُ الْحَقَّ۔
(تفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۱۰۴)

نور سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن فرمایا اور اس کے ساتھ اسلام کو غالب و ظاہر کیا اس کے ساتھ شرک کو مٹایا پس وہ اس کے لئے نور ہے جس نے اس کے ساتھ روشنی حاصل کی ظاہر کرتا ہے حق کو۔

آیت ۲: اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط
(النور - ۳۵)

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ۔

امام ابن جریر اس آیت کریمہ میں مَثَلُ نُوْرِهٖ سے مراد کے بارے نقل فرماتے ہیں :-

(۱) جَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِلٰى كَعْبِ الْاَحْبَارِ فَقَالَ لَهٗ حَدِّثْنِیْ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْاٰيَة فَقَالَ كَعْبٌ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ مَثَلُ

حضرت ابن عباس، کعب الاحبار کے پاس آئے تو انہیں فرمایا میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ارشاد اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیہ کے بارے بیان کریں تو کعب نے کہا یہ مَثَلُ

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمِشْكٰوةٍ۔

نُوْرِهٖ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ہے۔

(۲) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ فِیْ قَوْلِهٖ مَثَلُ نُوْرِهٖ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (تفسیر ابن جریر ج ۱۸ ص ۱۰۶)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مَثَلُ نُوْرِهٖ کے بارے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اس سے مراد سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

پیارے بھائیو! ان آیات مبارکہ اور ان کی معتبر تفاسیر سے صاف طور پر پتہ چلا کہ خالق کائنات نے اپنے پیارے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو نور ہونے کا شرف عطا فرمایا اور آپ کی تشریف آوری کے بارے فرمایا کہ "تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب"۔

اب اس کے بعد ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ والیٔ کونین صلے اللہ علیہ وسلم خود اپنی نورانیت کے بارے کیا ارشاد فرماتے ہیں :-

حدیث ۱: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ۔

سب سے پہلے جو شے اللہ تعالیٰ[1] نے پیدا فرمائی وہ "میرا نور تھا"۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت صلے اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا یا رسول اللہ :-

حدیث ۲: بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ

میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتا دیجئے کہ تمام چیزوں سے

[1] تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۵۴۸ - تفسیر نیشاپوری ج ۱ ص ۵۵ - (باقی بر صفحہ ۹۶)

شَیْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَآءِ قَالَ یَاجَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَآءِ نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ [1] الخ

پہلے اللہ تعالےٰ نے کس ... پیدا فرمایا۔ آپ نے فرمایا ... بیشک اللہ تعالےٰ نے تمام ... سے پہلے تیرے نبی (صلے اللہ علیہ ...) کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا

حدیث ۳

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَتٰی وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ [2]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالےٰ ... سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں ... صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے ... کس وقت ثابت ہوئی؟ فرمایا ... جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے"۔

معلوم ہوا کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نورِ نظر حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم شانِ نبوت کے ساتھ کائنات کی ہر شے سے پہلے موجود تھے۔ اور اُس وقت بھی موجود تھے جس وقت ابھی بشریت کا

---

[1] (بقیہ از صـ۹۵) مدارج النبوۃ ج۲ صـ۲ ؛ عطر الوردہ صـ۲۴ از مولوی ذوالفقار علی دیوبندی۔ آفتاب نبوت از قاری طیب صـ۳۱۹۔ مرقات شرح مشکوٰۃ ج۱ صـ۱۴۰۔ نشر الطیب صـ۴۔ فتاوٰی رشیدیہ ج۲ صـ۱۳۴۔

(صفحہ ھذا) [1] دلائل النبوۃ بیہقی صـ ۔ زرقانی ج۱ صـ۴۹۔ المورد الروی صـ۲۳۔ مطالع المسرات صـ۲۱۰۔ نشر الطیب صـ۶۔ مصنف عبد الرزاق ۔ [2] ترمذی شریف ج۲ صـ۲۰۲

مادہ بھی موجود نہ تھا۔

سایہ نہ تھا

کوئی بشر ایسا نہیں جس کا سایہ نہ ہو مگر رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا لباسِ بشریت میں ملبوس ہونے کے باوجود سایہ زمین پر دکھائی نہ دیتا تھا۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ بے مثل ہیں۔ چنانچہ دیگر کئی آئمۂ اُمّت کے علاوہ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں :-

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَكُنْ یُرٰی لَهٗ ظِلٌّ فِی شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ قَالَ ابْنُ سَبُعٍ مِنْ خَصَائِصِهٖ اِنَّ ظِلَّهٗ كَانَ لَا یَقَعُ عَلَی الْاَرْضِ وَاَنَّهٗ كَانَ نُوْرًا وَكَانَ اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ اَوِ الْقَمَرِ لَا یُنْظَرُ لَهٗ ظِلٌّ قَالَ بَعْضُهُمْ وَیَشْهَدُ لَهٗ قَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ دُعَائِهٖ وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا

(خصائص کبریٰ ج۱ صـ۶۸)

بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ سورج (کی دھوپ) اور چاند (کی چاندنی) میں دیکھا نہیں جاتا تھا۔ اور ابنِ سبع نے کہا کہ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر واقع نہ ہوتا تھا۔ اور بیشک آپ نور تھے۔ اور جب سُورج (کی دھوپ) یا چاند (کی چاندنی) میں آپ چلتے تو آپ کا سایہ نہ دیکھا جاتا۔ اور بعض نے کہا کہ رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی دُعا کہ "اے اللہ مجھے نور بنا دے" اس پر گواہ ہے"۔

بے مثل بشر

اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلے اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَيُّكُمْ مِثْلِيْ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ۔
(بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶۳)

علیہ وسلم نے روزے میں وصال کرنے سے منع فرمایا تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہے "بیشک میں رات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی روایت میں ہے :۔

قَالَ اِنِّيْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ۔ فرمایا بیشک میں تمہارے مثل نہیں ہوں"

حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہٗ اور اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی روایات میں الفاظ اس طرح ہیں :۔

اِنِّيْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ۔
(بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶۳)

بے شک میں تمہاری طرح نہیں ہوں "

صحاح ستہ کی اول درجہ کی کتاب بخاری شریف کی ان صریح روایات سے معلوم ہوا کہ عام مسلمان تو درکنار، جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کوئی پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں ہے، اور نہ ہی آج کسی کو یہ حق حاصل کہ وہ کہتا پھرے کہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مثل ہوں۔ یا پکارتا پھرے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری مثل ہیں۔ یاد رہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جیسا کہنا کافروں کی بولی ہے جیسا کہ قرآن مجید بیان فرماتا ہے :۔

آیت ۱ | فَقَالَ الْمَلَاُ تو دنوح علیہ السلام) کی قوم کے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا الاٰیہ
ھود۔ ۲۷

سردار جو کافر ہوئے تھے بولے ہم تمہیں اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں "

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کے بارے جو کافروں نے کہا قرآن حکیم بیان فرماتا ہے :۔

آیت ۲ | مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ط
(المؤمنون ۳۳-۳۴)

یہ تو نہیں مگر تم جیسا بشر، جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے۔ اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو "

اندازہ کیجئے۔ یہ مذکورہ بیانات جن کو قرآن حکیم بیان فرما رہا ہے " کافروں کی بولیاں تھیں جو آج نام نہاد توحید کے علمبرداروں کو وراثت میں ملی ہوئی ہیں "۔ اور یہ لوگ وراثت میں ملنے والی اِس دولت کو اُسی طرح استعمال کر رہے ہیں جیسے وُہ پہلے لوگ کرتے تھے۔ یعنی اپنے اکابرین کی طرح یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی ہماری طرح بشر ہے۔ وُہ بھی کھاتا تھا ہم بھی کھاتے ہیں۔ وُہ بھی پیتا تھا ہم بھی پیتے ہیں۔ وُہ بھی سوتا اور جاگتا تھا، ہم بھی یہ کرتے ہیں۔ اُس نے بھی شادی کی ہم بھی شادیاں کرتے ہیں۔ اس کی اولاد تھی ہماری بھی ہے۔ اس کے دو ہاتھ، ہمارے بھی دو ہاتھ۔ اس کے دو قدم

ہمارے بھی دو قدم۔ مماثلت کا دم اس ذات پاک کے ساتھ بھرتا ہے جس نے واشگاف الفاظ میں فرمادیا "تم میں سے میری مثل کون ہے"۔ اور اُن جیسا ہونے کا کبھی دعویٰ نہیں کرتا جن بدبختوں کے ساتھ اِس کا عقیدہ ملتا ہے۔

نوری لباسِ بشریت میں

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ الخ
(مشکوٰۃ شریف ص۱۱)

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب ہمارے سامنے نمودار ہوئے جن کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب کالے تھے اُن پر سفر کے آثار ظاہر نہ تھے۔ اور ہم میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا۔ یہانتک کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے اور اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے لگا دیئے اور اپنے ہاتھ اپنے زانو پر رکھے"۔

یہ آنے والے سیّد الملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السّلام تھے جن کے

نوری ہونے پر نہ کوئی شک ہے نہ شکوہ، نہ کسی کو اعتراض اور نہ کوئی فتویٰ۔ مگر جب آپ بشری لباس میں آئے تو سفید لباس زیبِ تن ہے، سخت کالے کالے بال ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک گھٹنوں کے ساتھ گھٹنے ملاکر بیٹھتے ہیں اور اپنی ہتھیلیاں اپنے زانو پر رکھ دیتے ہیں۔ اور کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں بارگاہِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوتے ہیں[1]۔

معلوم ہوا کہ نور کا اوصافِ بشریہ کو اختیار کر لینا ممکن و ثابت ہے اور بشریت و نورانیت کوئی متضاد چیزیں نہیں کہ یہ جمع نہیں ہو سکتیں۔

شُبہ قرآن مجید میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ اے محبوب (صلے اللہ علیہ وسلم) فرمادو میں تم جیسا بشر ہوں"۔

معلوم ہُوا کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں لہٰذا اپنے جیسا بشر کہہ سکتے ہیں۔

ازالہ یاد رہے کہ یہ ارشاد رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ اُمتی کو اس میں تعلیم نہیں دی گئی کہ تم کہو ہمارے جیسے بشر ہیں۔ ان الفاظ کا آپ سے کہلوانا آپ کی کمال عاجزی وانکساری پر دلالت کرتا ہے۔ اور دُنیا بھر میں یہ رواج

[1] تفسیر قرطبی ج۱۱ ص۹۰؛ عمدۃ القاری ج۱ ص۲۰۸۔

ہے کہ بادشاہ تو ازرہِ شفقت اور اپنی عاجزی کی بنا پر کسی کو کہہ ہی دیتا ہے کہ اے دوست! اے ساجن! اے بھائی۔ مگر اُسے کوئی حق حاصل نہیں ہوتا کہ بادشاہ کی شفقت و عاجزی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ویسا ہی کہنا شروع کر دے۔

ختمِ نبوّت

ایک مسلمان پر جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید، پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوّت پر ایمان رکھنا فرض ہے اسی طرح آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے بارے یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کی بعثت کے بعد آپ کے ظاہری زمانہ طیبہ میں یا تا قیامِ قیامت کوئی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔ اور اس دوران جو کوئی نبوت کا دعویٰ کرے یا ایسے شخص کو کوئی نبی مانے یا اس کے دعوائے نبوت کے بارے کوئی کسی قسم کی تاویل کرے وہ قطعی کافر و مرتد ہے۔ اور جو ایسے شخص کے کفر میں شک کرے وہ بھی شرعاً بالیقین کافر ہے۔ اور رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت ختم ہونا قرآن و حدیث کے واضح دلائل سے ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:-

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ الآیہ[1]

"ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔"

[1] الاحزاب - ۴۰

اور مصطفےٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:-

حدیث ۱

فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ[1]

"(یعنی) میں وہ (آخری) اینٹ ہوں اور میں انبیاء سے پچھلا نبی ہوں۔"

حدیث ۲

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ جِئْتُ فَخَتَمْتُ الْاَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ[2]

"رسولِ کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (نبوت کے محل) کی وہ آخری اینٹ ہوں میں نے (اپنی تشریف آوری کے بعد) انبیاء (کی آمد) کا سلسلہ ختم فرما دیا ہے۔"

حدیث ۳

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:-

وَاِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيُّ اللّٰهِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ[3]

"مصطفےٰ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور بیشک میری اُمّت میں تیس ۳۰ بڑے بڑے جھوٹے ہوں گے ہر ایک اُن میں سے دعویٰ کرے گا کہ میں اللہ کا نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

[1] بخاری شریف ج۱ ص۵۰۱؛ مسلم شریف ج۲ ص۲۴۸ [2] مسلم شریف ج۲ ص۲۴۸
[3] ترمذی ج۲ ص۴۵؛ ابوداؤد ج۲ ص۲۲۸۔

حدیث ۴ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں :-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ۔[۱]

رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک رسالت اور نبوت ختم ہو چکی ہے۔ میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔

معلوم ہوا کہ جناب رسُولِ کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں[۲] (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ کے بعد نبوّت کا دعوٰے کرنے والے جھوٹے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے علمِ غیب سے ایسے جھوٹوں کو بھی جانتے تھے اور اُن کی تعداد کو بھی۔

۱ ترمذی شریف ج۲ ص۵۳۔ ۲ یہ تو مسلمانانِ اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیّت کے مطابق مصطفےٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو ہی آخری نبی بنایا ہے۔ آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے مگر دیوبندی وہابی عقیدہ یہ ہے کہ (اللہ تعالےٰ) ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی، جن اور فرشتے، جبرائیل اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے برابر پیدا کر ڈالے۔ تقویۃ الایمان ص۴۷
یعنی اس عقیدہ کے مطابق رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ جیسا ایک ہی نہیں کروڑوں نبی پیدا ہو سکتے ہیں معاذ اللہ۔ بانی مدرسۂ دیوبند لکھتے ہیں "سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق زمانہ کے بعد ہے اور آپ (باقی برص)

بد مذہبوں سے اجتناب

کائنات میں اگرچہ اہم رشتہ ماں باپ کا اولاد کے ساتھ اور اولاد کا ماں باپ کے ساتھ تصور کیا جاتا ہے۔ مگر اس رشتہ سے اہم تر رشتہ اور تعلق ایک اُمتی کا اپنے نبی کے ساتھ ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جس قدر جس ذات کے ساتھ تعلق قریبی اور قوی ہوتا ہے اُسی قدر اُس کے دوستوں سے محبت اور دشمنوں سے نفرت و عداوت مضبوط ہوتی ہے۔ مخلوقِ خداوندی میں رسُولِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک سے بڑھ کر مومن کی محبوب اور کوئی ذات نہیں لہٰذا اس پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبّوں اور محبوبوں سے پیار کرے، آپ کے اور آپ کے غلاموں کے دشمنوں کو بدل و جان دشمن جانے اُ[illegible] "رسول اور اُن کے ساتھ رشتہ ناطہ، لین دین"

(بقیہ از ـــ) سب میں آخری نبی ہیں۔ الخ (تحذیر الناس ص۵-۶) دوسری جگہ لکھتے ہیں "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیہ میں فرق نہ آئے گا" (تحذیر الناس ص۲۶)
یعنی ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری نبی ہونا یہ ایک عوامی خیال ہے اور آپ علیہ السلام کے بعد (معاذ اللہ) نبی آ سکتا ہے۔
دیکھ لیجئے۔ مرزا قادیانی جیسے جھوٹے مدعیانِ نبوت کے لیے کس طرح نبوّت کا دروازہ کھولا گیا ہے۔

معاملات اور دیگر پروگراموں میں شرکت کو زہر قاتل خیال کرے۔ اس لیے کہ یہ ظالم لوگ ہیں، ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق جان و ایمان کے لئے خطرے سے خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

آیت ۱: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۔ الآیۃ (ہود ۱۱۳)

"اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔"

آیت ۲: وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ (المائدہ ۵۱)

"اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ ان میں سے ہے۔ بیشک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔"

آیت ۳: فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰي مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔ (الانعام ۶۸)

"پس یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔"

مصطفےٰ کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

حدیث ۱: اِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَاِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ وَاِنْ لَقِيْتُمُوْهُمْ فَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ وَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُوَاكِلُوْهُمْ وَلَا تُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ۔[۱]

"بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو اُن کی بیمار پُرسی نہ کرو۔ اگر مر جائیں تو اُن کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ اُن سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو۔ اُن کے پاس نہ بیٹھو۔ ان کے ساتھ پانی نہ پیو۔ اُن کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ۔ اُن کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو۔ اُن کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو۔ اور اُن کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔"

حدیث ۲: فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ ۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸)

"اُن (بدمذہبوں) سے دُور رہو اور انہیں اپنے سے دُور رکھو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔"

پتہ چلا کہ کوئی بھی بدمذہب و بدعقیدہ اس لائق نہیں کہ اس کی مجلس اختیار کی جائے۔ یا اس کے ساتھ دوستی اور تعلقات قائم کرتے ہوئے شریکِ غم و الم ہو۔ اُس کی بدعقیدگی کی بُنیاد انکارِ توحیدِ باری ہو یا انکارِ ختمِ نبوّت۔ یا رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب و اختیارات اور نورانیت جیسے کمالات سے انکار کا اُس کے گلے میں طوق پڑ چکا ہو۔ یا اہلبیت اطہار و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باغی و دشمن ہو۔

خبردار۔ خبردار! ایسے لوگوں سے بچو۔ ان سے دُور رہا کرو۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی اور دنیا و آخرت میں کامیابی اسی میں ہے۔

---

[۱] ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۸، ابن ماجہ ص ۱۰، عقیلی ج ۱ ص ۱۲۶، ابن حبان ج ۱ ص ۱۸۷۔ شفاء ج ۲ ص ۲۶۶، غنیۃ الطالبین ص ۲۸۸، السنۃ ص ۴۸۳، عرفان شریعت ص ۱-۵۰۔

مسئلہ

وَمَا اُهِلَّ بِہٖ اور ایصالِ ثواب

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جو اعتقادی اور عملی بیماریاں جنم لے چکی تھیں اُن میں سے ایک بیماری یہ تھی کہ لوگ جب جانور ذبح کرتے تھے تو ذبح کے وقت اپنے بتوں کے نام پکارتے اور اُن کے ناموں پر ذبح کرتے ۔ چونکہ مشرکینِ عرب کا یہ طریقہ مزاجِ اسلام کے خلاف تھا لہٰذا ان کے اس فعل کو ناجائز قرار دیتے ہوئے ایسے مذبوح جانور کو حرام فرمایا گیا ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۔ (المائدہ ۳)

تم پر حرام ہے مردار اور خون، اور سؤر کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا ۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں صاحب خازن فرماتے ہیں :-

يَعْنِيْ مَا ذُكِرَ عَلٰى ذَبْحِهٖ غَيْرُ اسْمِ اللّٰهِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْعَرَبَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوْا يَذْكُرُوْنَ اَسْمَاءَ اَصْنَامِهِمْ عِنْدَ الذَّبْحِ فَحَرَّمَ اللّٰهُ ذٰلِكَ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ ۔ الخ
(تفسیر خازن ج۱ ص۱۶۴)

یعنی وہ جانور حرام ہے جس کے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی اور کا نام ذکر کیا گیا ۔ اور یہ اس لئے کہ عرب جاہلیت میں ذبح کے وقت اپنے بتوں کے نام ذکر کرتے تھے ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اس چیز کو حرام فرمایا ۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :-

وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ عِنْدَ الذَّبْحِ بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَحَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذٰلِكَ ۔ (تفسیر کبیر ج۱۱ ص۱۳۳)

مشرک ذبح کے وقت کہتے تھے "بسم اللات والعزّٰی" تو اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرما دیا ۔

اس سے معلوم ہوا کہ جانور تب ہی حرام ہوگا جب ذبح کرتے وقت اس پر اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی اور کا نام ذکر کیا جائے گا۔ محض کسی اللہ کے پیارے پیغمبر، ولی، شہید کی طرف اُس کی نسبت کر دینے سے وہ حرام نہیں ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ایسی نسبت اور اس سے مقصود خدا تعالیٰ کے پیاروں کی بارگاہوں میں ثواب کا پہنچانا ہے جو کہ رسول کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہے ۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :-

حدیث نمبر ۱

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّضَحِّيَ اشْتَرٰى كَبْشَيْنِ عَظِيْمَيْنِ سَمِيْنَيْنِ اَقْرَنَيْنِ اَمْلَحَيْنِ مَوْجُوْئَيْنِ فَذَبَحَ اَحَدَهُمَا عَنْ اُمَّتِهٖ لِمَنْ شَهِدَ لِلّٰهِ بِالتَّوْحِيْدِ وَشَهِدَ لَهٗ

جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم قربانی کرنے کا ارادہ فرماتے تو بڑے موٹے سینگ والے چتکبرے خصی دو مینڈھے خریدتے ایک اپنی امّت کے اس فرد کی طرف سے ذبح فرماتے جس نے اللہ کی توحید اور آپ کے تبلیغ فرمانے کی گواہی دی ۔ اور دوسرا

بِالْبَلَاغِ وَذَبَحَ الْاٰخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَعَنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اپنی اور اپنی آل کی طرف سے "۔

(ابن ماجہ ص۲۳۲)

سیدہ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سیّدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈھا ذبح کرکے فرمایا :۔

حدیث ۲

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اے اللہ! اس کو میری طرف سے اور میری آل کی طرف سے اور میری اُمّت کی طرف سے قبول فرما "۔

(مسلم ج۲ ص۱۵۶ ؛ ابوداؤد ج۲ ص۳۰)

حضرت حنش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

حدیث ۳

رَاَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّيْ بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهٗ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِيْ اَنْ اُضَحِّيَ عَنْهُ فَاَنَا اُضَحِّيْ عَنْهُ

(ابوداؤد ج۲ ص۲۹۔ مشکوٰۃ شریف ص۱۲۸)

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے ہیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ یہ کیا (معاملہ) ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیّت فرمائی تھی کہ ان کی طرف سے قربانی کروں۔ تو میں حضور علیہ السلام کی طرف سے قربانی کرتا ہوں "۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا

یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ فوت ہوگئی ہے :۔

حدیث ۴

فَاَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ۔ (ابوداؤد ج۱ ص۲۳۶۔ طبرانی کبیر ج۶ ص۲۱)

تو کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا پانی۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کا کنواں ہے "۔

معلوم ہوا کہ کسی جانور یا اور شے کی ایصالِ ثواب کی غرض سے کسی کی طرف نسبت کر دینا نہ ناجائز ہے اور نہ بدعت اور نہ ہی ایسا کرنے سے وُہ جانور یا دوسری شے حرام ہو جائے گی ورنہ نام نہاد "موحدین" کے عقیدے کہ "جس شے پر غیرِ خدا کا نام بولا جائے حرام ہے" کے مطابق سرزمینِ خداوندی پر کسی چیز کا حلال رہ جانا مشکل ہو جائے گا۔ یعنی کسی نے پُوچھا یہ گاڑی کس کی؟ جواب ملا فلاں کی؛ گاڑی پر غیر خدا کا نام آگیا۔ ـ ـ ـ یہ زمین کس کی؛ یہ مکان کس کا؟ یہ مدرسہ کس کا؟ یہ کپڑا کس کا؟ جس جس کا ہوگا وہی غیر اللہ !! کیا یہ چیزیں حرام ہوگئیں! اور ایسا کہنا شرک ہوگیا؟ اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تسلیم کرنا ہوگا کہ اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ جو کہ مذکورہ دلائل سے ثابت ہے برحق ہے۔ یعنی کسی چیز پر کسی کا ذکر کر دینا جائز ہے اور اس سے وُہ چیز حرام نہیں ہو جاتی۔ جیسا کہ رسُول کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنی آل اور اُمّت کا ذکر فرمایا، یا جناب علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے رسُول کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی طرف سے قربانی کی اور قربانی پر آپ کا ذکر کیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ مرحومہ کو ایصالِ ثواب کے لیے کنواں کھدوا کر اس پر اپنی والدہ کا ذکر یوں کیا کہ "یہ کنواں سعد کی ماں کا ہے" یعنی ان کے ایصالِ ثواب کے لیے ہے۔ یہاں دیگر کئی امور کے علاوہ اس بات کا بھی پتہ چلا کہ دُنیا والوں کے صدقات و خیرات وغیرہ کا ثواب دنیا سے جانے والوں کو پہنچتا ہے اور ان چیزوں کا وُہ نفع پاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ فوت ہو گئی ہے:۔

حدیث ۵	
أَفَيَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَم قَالَ فَإِنَّ لِي مَخْرَفًا وَأُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۲۵)	اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع پہنچے گا آپ نے فرمایا ہاں۔ اُس نے عرض کیا میرا ایک باغ ہے اور میں آپکو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اس کی طرف سے صدقہ کر دیا"۔

اولادِ رسُولِ اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مصطفےٰ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اولادِ امجاد میں چار بیٹیاں اور باختلاف روایات ایک سے زائد بیٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:۔

آیت	
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ط الآیۃ (الاحزاب ۵۹)	اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم، تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگٹ نکال لیا کریں"۔ (ترجمہ مقبول احمد شیعہ ص ۵۱۰)

قرآن مجید کی اس آیتِ کریمہ میں لفظ "بنات" بنت کی جمع ہے جس کا ترجمہ اہلِ سُنّت وجماعت مکتبِ فکر کے علما کے علاوہ مذکور شیعی ترجمہ کی طرح تمام مکاتبِ فکر کے علماء "بیٹیوں" ہی کرتے ہیں، اور یہی اس کا حقیقی معنیٰ ہے۔ اور اسی معنیٰ ہی میں اس کا کثرتِ استعمال ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ لفظ بنات کے حقیقی معنیٰ کو چھوڑ کر کوئی دُوسرا معنیٰ مُراد لیا جائے۔ اس سے پتہ چلا کہ سردارِ دوجہاں صلے اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ چنانچہ نامور مفسرِ قرآن حافظ ابن کثیر رسولِ کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلے آلہ وسلم کی اولادِ امجاد کے بارے یُوں تحریر فرماتے ہیں:۔

فَإِنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ لَهُ الْقَاسِمُ وَ	ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مصطفےٰ کریم علیہ الصلوٰۃ

الطَّیِّبُ وَالطَّاهِرُ مِنْ خَدِیْجَةَ
رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَمَاتُوْا صِغَارًا
وَوُلِدَ لَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ
عَلٰی اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِبْرَاهِیْمُ مِنْ
مَارِیَةَ الْقِبْطِیَّةِ فَمَاتَ
اَیْضًا رَضِیْعًا وَکَانَ لَهٗ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
خَدِیْجَةَ اَرْبَعُ بَنَاتٍ زَیْنَبُ
وَرُقَیَّةُ وَاُمُّ کُلْثُوْمٍ وَفَاطِمَةُ
رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ
فَمَاتَ فِیْ حَیَاتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ وَّتَاَخَّرَتْ
فَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹۲)

والسلام کے بیٹے قاسم، طیب او[ر]
طاہر پیدا ہوئے تو وہ بچپن می[ں]
انتقال فرما گئے۔ حضرت ماریہ قبطیہ
سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
فرزند ارجمند حضرت ابراہیم کی ولاد[ت]
ہوئی تو وہ بھی دودھ پیتے پی[تے انتقال]
فرما گئے۔ اور سیدہ خدیجہ رضی [اللہ]
عنہا سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلا[م]
کی چار بیٹیاں تھیں، حضرت زینب
رقیہ، ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ
الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ تین
صاحبزادیاں تو رسول کریم صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیاتِ طیبہ
میں انتقال فرما گئیں اور سیدہ فاطمہ
رضی اللہ عنہا تشریف فرما رہیں۔

اکابر شیعہ علماء کے نزدیک بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار
بیٹیاں تھیں۔ چنانچہ شیعہ مکتبِ فکر کی مستند اور مشہور کتاب "اصول
کافی" میں ہے:۔

وَتَزَوَّجَ خَدِیْجَةَ وَهُوَ ابْنُ
بِضْعٍ وَّعِشْرِیْنَ سَنَةً فَوُلِدَ
لَهٗ مِنْهَا قَبْلَ مَبْعَثِهِ الْقَاسِمُ

مصطفےٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے
بیس سال سے زائد عمر شریف ہی[ں]

وَرُقَیَّةُ وَزَیْنَبُ وَاُمُّ کُلْثُوْمٍ
وَوُلِدَ لَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّیِّبُ وَ
الطَّاهِرُ وَالْفَاطِمَةُ عَلَیْهَا
السَّلَامُ۔ (اصول کافی ج ۱ ص ۴۳۹)

نکاح فرمایا۔ اور اُن کے شکمِ اطہر سے
اعلانِ نبوت سے پہلے قاسم، رقیہ
زینب، اُم کلثوم پیدا ہوئے۔ اور
اعلانِ نبوت کے بعد طیب، طاہر
اور سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام
کی ولادت ہوئی۔"

اسی طرح شیعہ مذہب کے مشہور اور معتبر عالم ملا محمد باقر اصفہانی
لکھتے ہیں کہ "تمام کے تمام علماء اس امر پر متفق ہیں کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ
علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔" (مراۃ العقول ج ۲ ص ۵۲)

حدیث

قَدْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
اَبَا بَنَاتٍ۔ (فروع کافی ج ص ۵۲)

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم کئی بیٹیوں کے
باپ تھے۔"

حدیث

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت خدیجہ
(رضی اللہ عنہا) کے شکم سے پیدا ہونے والی اولاد طاہر، قاسم،
فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب تھی۔ (حیات القلوب ج ۲ ص ۵۵۹)

حُرمتِ ماتم

ماتم کے معنی ہیں سوگ کرنا، غم کھانا، رونا اور پیٹنا۔[۱] شریعتِ مطہرہ میں کسی کی وفات پر تین روز تک سوگ کرنا اور آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے، اس سے زیادہ جائز نہیں۔ عورت شوہر کی وفات پر چار مہینے دس دن سوگ و غم کرے۔ مگر پیٹنا، چہرے پر طمانچے مارنا، سینہ کوبی کرنا، بین اور واویلا کرنا کسی حالت میں جائز نہیں۔ جنگِ اُحد کے موقع پر مسلمانوں کا جو جانی و مالی نقصان ہوا دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سمیت جناب مصطفےٰ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو شہید کیا گیا حتیٰ کہ آپ کا مُثلہ[۲] کیا گیا جس سے رسُول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زبردست صدمہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم اندوہناک سانحے پر اپنے محبوب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:-

آیت ۱

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝[۳]

اور اے محبوب (علیہ السلام) تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان کا غم نہ کھاؤ اور ان کے فریبوں سے دل تنگ نہ ہو۔"

مصیبت آجانے پر صبر کرنے والوں کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۱) لسان العرب ج۱۲ ص۴ - (۲) مُثلہ یعنی ناک کان وغیرہ کاٹ کر شکل بگاڑنا۔ (۳) النحل ۱۲۷

آیت ۲ و ۳

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

اور خوشخبری سُنا اُن صبر کرنے والوں کو کہ جب اُن پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اُسی کی طرف پھرنا

پھر آگے ارشاد ہوتا ہے:-

آیت ۴

أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ قف وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝[۱]

یہ لوگ ہیں جن پر اُن کے رب کی درُودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔"

یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے رحمتوں اور درُودوں کے مستحق وہی لوگ ٹھہرتے ہیں جو مصیبت آنے پر صبر کرتے ہیں۔ اور جو ایسا نہیں کرتے اُن کے اعمال تباہ ہو جاتے ہیں اور بارگاہِ رسالت علیہ السلام سے اُن کا رشتہ ناتمام ہو جاتا ہے۔ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں:-

حدیث

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ[۲]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو منہ پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کا پکارنا پکارے (نوحہ کرے) وہ ہم سے نہیں۔"

(۱) البقرۃ ۱۵۵ تا ۱۵۷ - (۲) مشکوٰۃ شریف ص۱۵۰ -

شیعہ مکتبِ فکر کی مشہور کتاب "فروع کافی" میں سیّدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے :-

حدیث قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَرْبُ الْمُسْلِمِ یَدَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ عِنْدَ الْمُصِیْبَۃِ اِحْبَاطٌ لِاَجْرِہٖ۔[۱]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ رانوں پر مارنا اس کے اجر و ثواب کو ضائع کر دیتا ہے"۔

نبیِ غیب دان علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً۔" (مشکوٰۃ شریف ص۳۰)

"میری اُمّت تہتّر ملّتوں میں بٹ جائے گی۔ ایک ملّت کے سوا سب جہنمی ہوں گے"۔

نجات پانے والی جماعت کے بارے صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے سوال کیا تو رسولِ کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا وہ اہلسنّت و جماعت[۲] ہے۔

۱؎ فروع کافی ص۲۲۴، ج۳ - ۲؎ احیاء العلوم ج۳ ص۱۶۱، الملل والنحل ج۱ ص۳

امامت وخلافت

تمام اُمّت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام و رُسل عظام علیٰ نبینا و علیہم السّلام کے بعد سب سے افضل و برتر امام الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے خلیفۂ اوّل اور آپ کی اُمّت کے پہلے امام حضور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں۔ آپ کے بعد سیّدنا فاروق اعظم پھر حضرت عثمان غنی اور چوتھے خلیفہ و امام سیّدنا علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں چنانچہ قرآن مجید ان چاروں حضرات کا ترتیب وار ذکر یوں فرماتا ہے :-

آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا (الآیہ) (سورۃ الفتح۔ آیت ۲۹)

محمّد اللہ کے رسول ہیں اور اُن کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے"۔

سیّد المفسّرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس مقام پر فرماتے ہیں کہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ سے مراد جناب ابوبکر ہیں، اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ سے حضرت عمر مراد ہیں، رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ سے مراد سیّدنا عثمان غنی اور تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہٗ عنہم ہیں۔ (تفسیر ابن عباس زیر آیت مذکورہ)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنّتی ہونے کا ذکر فرمایا تو مذکورہ ترتیب کے ساتھ پہلے چار کا ذکر فرمایا :-

حدیث ۱

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ فِی الْجَنَّۃِ وَعُمَرُ فِی الْجَنَّۃِ وَعُثْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَعَلِیٌّ فِی الْجَنَّۃِ وَطَلْحَۃُ فِی الْجَنَّۃِ وَالزُّبَیْرُ فِی الْجَنَّۃِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِی الْجَنَّۃِ وَسَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ فِی الْجَنَّۃِ وَسَعِیْدُ بْنُ زَیْدٍ فِی الْجَنَّۃِ وَاَبُوْعُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِی الْجَنَّۃِ۔ (ترمذی ج۲ ص۲۱۵)

یعنی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید اور ابو عبیدہ بن جراح جنتی ہیں۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ

سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

حدیث ۲

فَاقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ۔ (مشکوٰۃ ص۵۶۰)

"میرے بعد ابوبکر اور عمر (رضی اللہ تعالےٰ عنہم) کی اقتدا کرو"

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنا عقیدہ یوں بیان فرماتے ہیں:-

حدیث ۳

کُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ اَفْضَلُ اُمَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَہٗ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ۔ (مشکوٰۃ ص۵۵۵)

ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی (ظاہری) حیاتِ طیبہ میں کہا کرتے تھے کہ حضور علیہ السلام کے بعد آپ کی اُمت میں افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان۔ رضی اللہ عنہم

گستاخِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سزا و انجام

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں معمولی گستاخی بھی بہت بڑا گناہ اور ایمان کی تباہی و بربادی کا باعث ہے۔ اور ایسے گستاخ کا انجام اللہ تعالیٰ خطرناک کرتا ہے۔ چنانچہ بارگاہِ رسالت علیہ السلام کے عظیم دشمن اور گستاخ ابولہب اور اس کی بیوی کے بارے ارشاد ہوتا ہے:-

آیت ۵

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ (لہب)

"تباہ ہوجائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔ اُسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔ اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ اور اس کی بیوی لکڑیوں کا گٹھا سر پر اُٹھاتی اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسّہ۔"

گستاخی و بے ادبی ایک زبردست اذیت ہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے والوں کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

آیت ۶

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ (التوبہ-۶۱)

"وہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے"

اور فرماتا ہے :-

آیت ۷

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا (الاحزاب ۵۷)

"بیشک جو لوگ اللہ اور اُس کے رسُول (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) کو ایذا دیتے ہیں اُن پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں، اور اللہ نے اُن کے لیئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

پیارے مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو اذیّت پہنچانے یا آپ کو عیب لگانے اور آپ کی شان میں تنقیص کرنے والا مرتد ہے اور اُس کی سزا قتل ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے روایت ہے :-

حدیث ۱

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰی رَأْسِہِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَہٗ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُّتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْکَعْبَۃِ فَقَالَ اقْتُلُوْہُ۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۴۹)

"بیشک رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکّہ کے سال اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ خَود پہنے ہوئے تھے۔ جب آپ نے اس کو اُتارا تو ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی کہ ابنِ خطل کعبہ کے پردہ سے لٹکا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو"۔

یہ بدبخت، مصطفٰی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا گستاخ تھا، مرتد ہو گیا تھا۔ رسُولِ کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی شعروں میں توہین کرتا اور اس نے

دو باندیاں بھی اسی لیے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ آپ کی شان کے خلاف گائیں۔ چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اُسے قتل کر دیا گیا۔ ایک اور روایت میں ہے :-

حدیث ۲

کَذَبَ عَلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَبَعَثَ عَلِیًّا وَّالزُّبَیْرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا لِیَقْتُلَاہُ [1]

"ایک شخص نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا تو آپ نے حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجا کہ اُسے قتل کر دیں"۔

حدیث ۳

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :-

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ارْتَدَّ عَنْ دِیْنِہٖ فَاقْتُلُوْہُ [2] (مصنّف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۶۸)

"رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دین (اسلام) سے پھرے تو اُسے قتل کر دو"۔

---

[1] الشفا للعیاض ج ۲ ص ۱۹۵، شرح شفا الملا علی القاری ج ۲ ص ۴۰۷، دلائل النبوت ج ۶ ص ۲۸۴، مصنّف عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۶۱۔

[2] وَالْحَاصِلُ اَنَّہٗ لَا شَکَّ وَلَا شُبْھَۃَ فِیْ کُفْرِ شَاتِمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِی اسْتِبَاحَۃِ قَتْلِہٖ وَھُوَ الْمَنْقُوْلُ عَنِ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ۔ (فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۳۲۱) رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کے کفر اور قتل کے مستحق ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ چاروں مذاہب کے ائمہ کرام سے یہی منقول ہے۔ (باقی بر صفحہ ۱۲۴)

اصلی سُنّی تقویۃ الایمان
اور
وہابی دیوبندی تقویۃ الایمان میں فرق کا:

اجمالی خاکہ

وہابی: جو کوئی کسی سے یہ معاملہ (یعنی بارگاہِ خداوندی میں کسی نبی علیہ السلام اور ولی کو وکیل یا سفارشی سمجھنے کا) کرے گو اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے "سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں"۔ (تقویۃ الایمان ص۳۳)

سُنّی: اللہ تعالیٰ کے کسی پیارے نبی علیہ السلام یا ولی کو اُس کی بارگاہ میں وکیل یا سفارشی سمجھنا اور انہیں اُس کی بارگاہ سے حاصل شدہ عزّ و شرف کی بنا پر وسیلہ جاننا جائز اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اور جو قرآن و حدیث کے واضح دلائل کو نہ مانے "سو ابوجہل اور وہ انکار میں برابر ہیں۔

(بقیہ از ص۱۲۳) **اجماعِ اُمّت:**- قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں لَاَجْمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلٰی قَتْلِ مُتَنَقِّصِہٖ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَسَابِّہٖ۔ (شفاء شریف ج۲ ص۲۱۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے اور آپ کی ذات و صفات میں نقص نکالنے والے کے قتل پر اُمّت کا اتفاق ہے۔"

وہابی: اصل توحید نایاب (ہے)۔ (تقویۃ الایمان ص۲۹)

سُنّی: بحمدہ تعالیٰ اصل توحید موجود ہے۔ اگر اصل توحید نایاب ہو تو پھر ایسا عقیدہ رکھنے والے کے نزدیک اس کے اپنے سمیت موحد و مسلمان کوئی نہ رہا۔

وہابی: "سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے"۔ (تقویۃ الایمان ص۵۳)

سُنّی: غیب کا دریافت کرنا یہ بندے کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ دریافت نہیں کرتا۔ ورنہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ غیب دریافت کرنے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں آتا ہے۔ دریافت کرنے سے پہلے اس کے علم میں نہیں ہوتا نیز چاہے تو وہ دریافت کرے چاہے تو بے خبر رہے، والعیاذ باللہ۔ جبکہ اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم و بصیر ہے عالم الغیب والشہادہ ہے کائنات کا ہر ذرہ اس کے علم میں ہے کوئی شے اس سے غیب نہیں، اس کا علم ازلی ابدی ہے۔

وہابی: غیب کی بات سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا نہ فرشتہ نہ آدمی نہ جن الخ (تقویۃ الایمان ص۵۵)

سُنّی: اللہ تعالیٰ کی عطا سے انبیائے کرام علیہم السلام غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ بالخصوص اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کو تو اللہ تعالےٰ نے مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا علم عطا فرمایا ہے۔

وہابی: دست گیری کرنی، بُرے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء و اولیاء کی، پیر، شہید کی، کسی بھوت، پری کی یہ شان نہیں۔ جو کوئی اور کو ایسا تصرف ثابت کرے ...... سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۳۶)

سُنّی اللہ تعالیٰ کی عطا و فضل سے مصیبت کے وقت دست گیری کرنے، مدد کو پہنچنے کا اختیار و تصرّف انبیائے کرام علیہم السلام اور دیگر محبوبانِ خدا علیہم الرضوان کو حاصل ہے۔ اور اس تصرّف کا جائز ہونا دلائلِ شرعیہ اور عملِ سلف و خلف سے ثابت ہے۔ "سو جو کوئی ایسے جائز امور کا اعتقاد رکھنے یا ان پر عمل کرنے والے کسی مسلمان کو مشرک کہے وُہ خود کافر اور بے ایمان ہو جاتا ہے۔

وہابی ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وُہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۴۳)

سُنّی ظاہر ہے کہ بڑی مخلوق انبیائے کرام علیہم السلام اور اُن کے بعد اولیائے کرام علیہم الرضوان ہیں۔ اور یہ تمام حضرات اپنی اپنی جگہ تقویٰ و پرہیزگاری کے اعلےٰ و ارفع مقامات پر فائز ہیں۔ اور جو کوئی جس قدر زیادہ پرہیزگار ہوتا ہے اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے مطابق وُہ اسی قدر اس کی بارگاہ میں زیادہ عزّت والا ہوتا ہے ذلیل نہیں ہوتا لہٰذا بارگاہِ خداوندی کے ایسے معزّز و مقرب حضرات کو ذلیل کہنا اُن کی صریح توہین و بے ادبی ہے۔ اور ایسا عقیدہ و نظریہ رکھنے والا بے ادب و گستاخ اور خود ذلیل ترین شخص ہے۔

وہابی جس کا نام محمد یا علی ہے وُہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص۸۲)

سُنّی جس پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا حبیب ہونے کا شرف عطا فرمایا اور اُن کے سر پر ختمِ نبوّت کا تاج سجایا ہے وُہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے کائنات میں متصرف و مختار

(یں) کوئی چیز ان کے دائرۂ اختیار سے باہر نہیں۔

وہابی "سوال۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔" (تقویۃ الایمان ص۱۱۱)

سُنّی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم حبیبِ خدا، رسولِ برحق اور اُمت کا روحانی باپ ہونے کے اعتبار سے سب سے بڑھ کر کیجئے اور بڑے بھائی کی تعظیم ہی نہیں اس کی ذات کو مصطفےٰ کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاکِ پا پر قربان کیجئے اور یاد رکھیے بڑے بھائی کی بیوی بھاوجہ ہوتی ہے جو اگر بیوہ ہو تو اس کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں جبکہ سرکار صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں اور اُن سے نکاح حرام قطعی ہے۔

وہابی اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی، جن اور فرشتے جبرائیل (علیہ السلام) اور محمد (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے برابر پیدا کر ڈالے (تقویۃ الایمان ص۶۷)

سُنّی اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیّت اور نظام کے مطابق ایک جبرائیل علیہ السلام اور ایک ہی محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا فرمایا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا اور جبرائیل علیہ السلام کو ملائکہ پر سرداری کا شرف عطا فرمایا۔ اگر ان کے برابر کسی کے بارے پیدا ہونے کا دعویٰ کیا جائے تو مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور جبرائیل علیہ السلام ملائکہ کے سردار نہیں رہتے

لہٰذا اُن کے برابر پیدا نہ کرنا ہی مشیت و مقصودِ الٰہی ہے جبکہ کروڑوں پیدا کرنے کی صورت میں کذب لازم آئے گا جو سخت عیب ہے اور ذاتِ باری اس سے پاک ہے۔

وہابی (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۱۲)

سُنّی اِس عبارت سے صاف رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بے ادبی و گستاخی ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ مذکورہ الفاظ مصطفٰے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہیں بلکہ نام نہاد "تقویۃ الایمان" کے مصنّف کے ہیں۔ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اِن الفاظ کو غلط منسوب کر کے مصنّف اس حدیث کا مصداق قرار پایا ہے کہ آپ نے فرمایا مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (ابن ماجہ ص ۵) جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے"۔

انبیائے کرام علیہم السلام مٹی میں ملنے والے نہیں بلکہ اپنے مقدّس اجساد سمیت اپنی قبروں میں زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ابن ماجہ شریف ص ۱۱۹۔

"مر کر مٹی میں ملنے والا" ایسا گستاخانہ بیہودہ انداز ہے جس کو دیوبندی وہابی اپنے کسی مرنے والے معمولی مولوی کے متعلق بھی استعمال نہیں کرتے۔

اعلیحضرت اِمام احمد رضا فاضل بریلوی ۷۸۶/۹۲ کے بامحاورہ ترجمۂ قرآن

کنزالایمان

کے ساتھ سلیس اُردو میں عام فہم لفظی ترجمہ

المسمّٰی بہ



علامہ مفتی محمد رضاء المصطفیٰ ظریف القادری

ھدیہ فی پارہ -/۱۵ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ قادریہ
میلادِ مصطفیٰ چوک۔ سرکلر روڈ۔ گوجرانوالہ فون: 237699